مولانا نور الحسن راشد کاندھلہ (انڈیا)

علومِ اشرف علی تھانویؒ کے پہلے جامع اور مرتب

مولانا قاری ناظر حسن تھانویؒ

جناب کو یاد ہوگا کہ دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ کے موقع پر کتب خانہ دارالعلوم کی زیریں عمارت میں راقم سطور نے مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع مظفرنگر یوپی کے بعض مخطوطات و نوادر کی ایک چھوٹی سی نمائش لگائی تھی۔ اور جناب نے وہاں تشریف لا کر عزت افزائی فرمائی تھی۔

اس نمائش میں حضرت تھانوی کی ایک غیر مطبوعہ تفسیر، تفسیر اشرف بھی شامل تھی۔ اس تفسیر کے جامع و مرتب مولانا ناظر حسن تھانوی نے حضرت تھانوی کے علوم و افادات قلم بند کرنے میں اولیت حاصل کی۔ اور اس سلسلہ میں وسیع خدمات انجام دیں۔ مگر ان کی خدمات و سوانح کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ راقم سطور نے مولانا کے احوال و خدمات پر ایک مفصل مقالہ لکھا ہے جو زیرِ نظر سطور کے ہمراہ ارسال خدمت ہے پر امید ہوں کہ یہ مضمون الحق میں شائع ہوگا (راشد)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز حزب ولی اللہی کے ان نامور اور برگزیدہ اصحاب میں شامل ہیں جن کے احوال و سوانح نامور اہل قلم کا موضوعِ سخن رہے ہیں۔ اور ان کی سیرت و سوانح پر کثرت سے اعلیٰ ترین تصنیفات دستیاب ہیں۔ اور ان کے خلفاء و متوسلین کے حالات بھی کمیاب نہیں۔ مگر حضرت کے متعلق تحریرات و تالیفات کی کثرت کے باوجود کسی بھی کتاب میں حضرت کے قریب و عزیز ترین متوسلین مولانا احمد علی فتح پوری مؤلف بہشتی زیورؒ،

---

۱ مولانا احمد علی فتحپور ضلع بارہ بنکی (یوپی انڈیا) کے رہنے والے ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ میں ولادت ہوئی۔ حضرت

کے زمانۂ مدرسی کان پور کے شاگرد تھے۔ ۱۵ شعبان ۱۳۱۱ھ کو مولانا کی دستار بندی ہوئی۔ تعلیم کے بعد بھی غالباً حضرت کی خدمت میں قیام رہا۔ اور حضرت کے سب سے پہلے مجاز بیعت ہوئے۔ جب حضرت تھانوی مستقل قیام کے ارادے سے کان پور سے تھانہ بھون تشریف لائے تو مولانا احمد علی حضرت کے رفیق تھے۔ حضرت مکان پر رہتے تھے۔ اور مولانا مسجد میں تنہا قیام پذیر تھے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نے ایک موقع پر فرمایا۔

"جب میں یہاں آیا ہوں تو ایک ملاجی حجرہ میں رہتے تھے۔ پھر وہ بھی چلے گئے۔ اس وقت یہاں مولوی احمد علی صاحب مرحوم کاتب بہشتی زیور اکیلے رہتے تھے۔ میں اپنے مکان پر رہتا تھا ظہر کے بعد حضرت حاجی صاحب کے حکم کی بنا پر سہ دری میں ایک چٹائی پر بیٹھ جاتا تھا۔"

(جدید ملفوظات مع رسائل ثلاثہ ص ۱۹۶ (تھانہ بھون ۱۹۹۹ء)

اسی زمانہ میں بہشتی زیور کی تالیف شروع ہوئی۔ جو بیان تجوید تک مولانا کے قلم کی یادگار ہے (تنبیہات وصیت۔ ص ۹ (میرٹھ ۱۳۳۰ھ) بہشتی زیور کی تصنیف کے دوران مولانا گورکھپور میں مدرس مقرر ہوئے۔ مولانا کا ارادہ یہ تھا کہ فتح پور سے ترک وطن کریں گے۔ اور قنوج میں ذاتی مکان بنائیں گے۔ ملاحظہ ہو امداد الفتاوی ص ۴۴۸ جلد اول (کراچی ۱۳۷۱ھ)۔ مگر ابھی اس کا فیصلہ بھی نہیں ہوا تھا کہ مولانا کی اہلیہ کو طاعون ہوا۔ ان کو علاج کے لئے قنوج لائے۔ وہاں خود بھی طاعون میں مبتلا ہوئے۔ اور ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ - ۹ مارچ ۱۹۰۴ء کو اچانک وفات پا گئے۔ وفات کی کیفیت عجیب تھی۔ حضرت فرماتے ہیں:-

میرے ایک دوست تھے مولوی احمد علی۔ وہ گورکھپور میں مدرس تھے۔ ان کی بیوی کو وہاں طاعون ہو گیا۔ یہ اس کے علاج کے لئے قنوج اس کے میکے میں لائے۔ وہ اچھی ہو گئی اور انہیں خود طاعون ہو گیا۔ ایک روز اسی حالت میں لیٹے ہوئے تھے، اچانک اٹھ کر پائنتی کی طرف بیٹھ گئے اور کسی کو سرہانے بیٹھنے کے لئے کہا۔ اور پھر یہ کہا کہ چلنے کے واسطے حاضر ہوں۔ مگر ابھی وقت نہیں آیا۔ بارہ بجے کا وعدہ ہے۔ اس وقت چلوں گا۔ لوگوں نے سمجھا کہ دماغ پر گرمی چڑھ گئی ہے ویسے ہی بڑبڑا رہے ہیں۔ مگر جو کہہ رہے تھے اس کے موافق ٹھیک بارہ بجے روح نکلی۔

تسہیل المواعظ حصہ دوم۔ وعظ موسوم" بہ دوسروں سے عبرت پکڑنا"۔

ماہنامہ الہادی ص ۲۰ (شعبان ۱۳۴۹ھ)

مولانا کے مؤلف بہشتی زیور کے آخری الفاظ، اور مولانا کی تاریخ وفات کے لئے مراجعت فرمائیے۔ بہشتی زیور طبع اول (شائع کردہ مولانا محمد یحیٰی کاندھلوی بزمانہ قیام گنگوہ) اور مختصر تعارف کے لئے ملاحظہ ہو اشرف السوانح۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب ص ۴۰ جلد اول (لکھنؤ ۱۳۵۴ھ) نزہتہ الخواطر، مولانا عبدالحی حسنی ص ۲۴ ج ۸ (حیدر آباد ۱۳۹۰ھ)

مولانا حبیب احمد کیرانوی[1] - اور مولانا قاری ناظر حسن تھانوی کا کوئی تذکرہ نہیں - حالاں کہ یہ تینوں صاحبان حضرت کے نہایت مخلص و معتمد علیہ اصحاب میں تھے - اور تینوں صاحبان نے اپنے اوقات کا بڑا حصہ حضرت کی خدمت اور حضرت کے علوم و معارف کی ترتیب و تدوین میں گذارا، خصوصاً مولانا ناظر حسن تو اس کے مستحق ہیں کہ حضرت تھانوی کے علوم و معارف پر ان کی خدمات کا وسیع تعارف کرایا جائے - اور ان کی سوانح و خدمات پر مفصل مقالے لکھے جائیں کیونکہ مولانا وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت تھانوی کے علوم و معارف کی قدر پہچانی ان کی افادیت و معنویت کا احساس کیا اور ان کی جمع و ترتیب پر آمادہ ہوئے۔

مولانا ناظر حسن کو یہ سعادت حاصل ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی پر تالیف و تحقیق، اور حضرت کے افادات وارشادات کے کتابت و تدوین کی ابتدا مولانا کے ذریعہ ہوئی - علوم قرآنی پر حضرت کے مطالعہ و تحقیق کا جامع اور مفصل ترین یادگار تفسیر مولانا کے قلم سے مرتب ہوئی حضرت کے زمانۂ درس و تدریس کی تقریریں سب سے پہلے مولانا کے ذریعے محفوظ ہوئیں - حضرت کے ملفوظات سب سے پہلے مولانا نے جمع کئے حضرت کے مکتوبات کا اولین مجموعہ مولانا کے ذریعہ فراہم ہوا - حضرت کے مواعظ سب سے پہلے مولانا نے قلم بند کئے - اور حضرت کے احوال و سوانح پر سب سے پہلے مفصل تحریر بھی مولانا ہی کی یادگار ہے - مگر حضرت سے مولانا کی قربت، خدمت، اخلاص اور حضرت کے افادات و معارف کی ترتیب و تدوین کی بے مثال خدمات کے باوصف حضرت کے متوسلین اور سوانح نگاروں نے مولانا کے تذکرہ سے صرف نظر کیا - اور اپنی اپنی تالیفات میں مولانا کا ذکر کرنے سے خاص احتیاط برتی ہے - حالاں کہ مولانا کی تحریری خدمات حضرت کے علم میں ہیں، اہل خانقاہ کی نظر میں اور مجلس نہر کے دفتر میں

---

[1] مولانا حبیب احمد خلف حافظ عبدالحکیم بن عبدالصمد، کیرانہ کے ایک قدیم، ذی حیثیت خاندان کے چشم و چراغ تھے تقریباً ۱۲۹۳ھ میں ولادت ہوئی - مدرسہ عالیہ رامپور میں ابتدائی کتابیں پڑھیں - مولانا عبدالحق خیر آبادی سے استفادہ کیا - خیر آباد دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور میں معقولات، حدیث و تفسیر اور فقہ اخذ کیا - تعلیم کے بعد دو سال وطن میں گذارے ... کان پور - امروہہ اور میرٹھ وغیرہ میں مدرس رہے - آخر میں تھانہ بھون آ گئے تھے - یہاں حضرت کی تالیفات پر نظر ثانی کی، اور سیاسی مسائل میں حضرت کے ترجمان رہے - مختلف موضوعات پر متعدد تالیفات یادگار ہیں - جس میں تفسیر حل القرآن، اعلاء السنن کا مقدمہ، فقہیہ اور اعلاء السنن کے ابواب معاملات من البیوع کی ترتیب و تدوین اہم ترین علمی کارنامہ ہے - تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو - قواعد فی علوم الفقہ اور اعلاء السنن جزء ۴ تا ص ۵۱۵ (ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی بلا سنہ) تقریباً تہتر سال کی عمر میں ۶ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ / ۲۹ جنوری ۱۹۴۷ء کو کیرانہ میں وفات پائی - مولانا کے بعض اہم مسودات اور ان سے مراسلت اور نجی تحریرات کا کچھ حصہ ہمارے ذخیرۂ کتب میں محفوظ ہے -

موجود ہیں۔ مولانا کی بعض خدمات کی حضرت نے بے حد پذیرائی فرمائی، پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور مولانا کی لکھی ہوئی بعض چیزوں پر حضرت نے خود حواشی لکھے۔ اور حاضر باش اہلِ خدمت سے تحریر کرائے۔ ظاہر ہے کہ خانقاہ امدادیہ کے اہلِ علم متوسلین مولانا ناظر حسن کی مؤلفات و تحریرات میں حضرت کی دلچسپی سے ناواقف نہ ہوں گے۔ مگر کسی نے بھی مولانا، اور ان کی خدمات کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ مولانا ناظر حسن کو قطعاً نظر انداز کئے جانے کی دانستہ کوششیں نہایت حیرت انگیز اور ناقابلِ فہم ہیں۔

مولانا ناظر حسن تھانہ بھون کے اس نامور و برگزیدہ خاندان کے فرد ہیں جو شمس الدین التمش کے عہد حکومت میں تھانہ بھون میں آباد ہوا تھا۔ اس خاندان نے ہر زمانہ میں امت مسلمہ کو رجال علم و صلاح عطا کئے تھانہ بھون کے شہرۂ آفاق نامور علماء و مشائخ حضرت قاضی محمد علی تھانوی مولف کشاف اصطلاحات الفنون، حضرت حافظ محمد ضامن شہید، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حکیم الامت مولانا تھانوی اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

اس خاندان کے مختلف سلسلوں میں ایک معزز شاخ عہد جہانگیر اور شاہجہاں کے بلند حوصلہ امیر نواب محمد یار خان عرف نواب شکار خان کی اولاد ہے۔ اسی خانوادہ کے ایک پاکیزہ خو، صاحب کردار رکن منشی محمد حنیف تھے۔ ان کی تعلیم تو کچھ زیادہ نہیں تھی مگر محنت کے خوگر اور رضا رسیدہ شخص تھے۔ پوری زندگی نیک نامی کے ساتھ گزاری۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ اور مکہ معظمہ میں حاجی امداد اللہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آخر عمر میں کچھ عزیزوں کے ہاتھوں سخت تکلیفیں اٹھائیں۔ بے حد مصائب برداشت کئے۔ مگر صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اسی حال میں ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ مولائے حقیقی سے جا ملے۔ منشی محمد حنیف کی واحد جسمانی یادگار مولانا ناظر حسن تھے۔ جو والد کی پاکیزہ سیرت کے وارث عالم اور قاری ہوئے۔

مولانا ناظر حسن کی سنہ ۱۸۷۷ء/۱۲۹۴ھ میں گنگوہ اپنی ننہیال میں ولادت ہوئی۔ مولانا کی عمر ڈھائی سال کی تھی کہ والدہ وفات پاگئیں۔ والد کی خالہ نے پرورش کی۔ پانچ سال کی عمر میں حافظ عبدالحئی تھانوی کے ذریعہ تعلیم کی ابتداء ہوئی۔ قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا۔ صحت خراب اور حافظہ کمزور تھا۔ اس لئے بہت وقت صرف ہوا۔ ۱۲ سال کی عمر میں قرآن شریف پورا ہوا۔ مولانا ناظر حسن کا قول ہے۔

"احقر کا ذہن و حافظہ خراب تھا یہ حافظ صاحب ہی کی برکت ہے کہ احقر کی عمر ۱۲ سال کی تھی جو کلام اللہ شریف حفظ کر کے اور اس کی گردان وغیرہ سے فارغ ہوا" [۲]

---

[۱] یہ حالات مولانا ناظر حسن کی تاریخ بھون سے اخذ کئے ہیں ص ۳۹۹ تا ۴۰۴ [۲] الناظر الحسن الی تاریخ تھانہ بھون از مولانا ناظر حسن ص ۴۰۵

اس وقت کے نصابِ تعلیم اور شرفا کے دستور کے مطابق قرآن شریف پڑھنے کے بعد فارسی شروع ہوئی بتدائی کتابیں منشی واجد علی تھانوی[1] سے پڑھیں۔ اسی دوران مولانا کے والد جو ملازمت کے سلسلے میں مراد آباد مقیم تھے، مولانا کو اپنے ساتھ مراد آباد لے گئے۔ مراد آباد میں ایک انگریزی اسکول میں داخل ہوتے۔ اسکول میں آتے ئے ہفتہ دس دن گزرے تھے کہ مولانا کو ایک خواب نظر آیا۔ جس کی وجہ سے اسکول کی تعلیم سے طبیعت بیزار ہو گئی۔ مولانا نے اسکول میں پڑھنے سے صاف انکار کر دیا۔ تو منشی محمد حنیف نے بیٹے کو مولانا قاسم علی خلف مولانا الم علی مراد آبادی کے حوالہ کیا۔ اور ہدایت کی کہ مولانا سے طب اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھو۔ مولانا قاسم علی کے ائی مولوی دائم علی سے تجوید کی تعلیم اور قرآن شریف سننے کا وقت مقرر ہوا۔ تین مہینے تک یہ سلسلہ قائم رہا۔ ولانا دائم علی سے زینت القاری وغیرہ پڑھیں۔ مگر مولانا قاسم علی کی مصروفیات کے سبب ان کے یہاں بہت کم سبق ہوتے تھے۔ اس لئے یہ رابطہ بھی ختم ہوا۔ اور مولانا ناظر حسن کو مدرسہ شاہی مراد آباد میں داخل کر دیا گیا۔ تقریباً ایک ال تک مدرسہ شاہی مراد آباد میں پڑھتے رہے۔ پھر وطن واپس آ گئے۔ تھانہ بھون میں مولوی فتح محمد جلال آباد لیم و تعلم میں بے مثال تھے۔ مگر مولانا فتح محمد[2] نے اسی زمانہ میں ایک ملازمت قبول فرما لی تھی۔ اور طویل قیام کے دہ سے گنگوہ جا رہے تھے۔ مولانا ناظر حسن بھی مولانا کے ساتھ گنگوہ گئے۔ اور مولانا سے استفادہ شروع یا۔ حضرت مولانا نے اپنے تمام طلبہ پر شفقت کی نگاہ رکھتے تھے۔ اور بہت مہربان تھے۔ مگر فرطِ محبت میں چاہتے تھے کہ طلبہ جلد سے جلد تر کتابیں مکمل کر لیں۔ اس لئے خود بھی محنت کرتے تھے۔ اور اپنے طلبہ سے بھی ب کام لیتے تھے۔ دوپہر میں اور ہفتہ واری چھٹی کا بھی معمول نہیں تھا۔ اور رات میں عشاء کے بعد بھی تعلیم تی تھی۔

مولانا ناظر حسن صحت کی خرابی اور کمزوری کی بنا پر اس محنت کا تحمل نہ کر سکے۔ والد کو لکھا۔ والد ماجد نے ضرت تھانوی سے رجوع کیا جو اس وقت کانپور میں قیام فرما تھے۔ حضرت نے مولانا ناظر حسن کو کانپور آنے اجازت دے دی مگر یہ بھی تحریر فرمایا۔

---

[1] حکیم منشی واجد علی تھانوی خلف حکیم نجابت علی خلف حافظ رحم علی تھانوی، بہت باصلاحیت بزرگ تھے۔ فارسی صاحبِ کمال، عمدہ نثر نویس اور فارسی اردو کے خوش کلام شاعر تھے۔ مولانا غوث علی قلندر پانی پتی سے بیعت ئے۔ اور ریاضت و اوراد میں مشغول زندگی بسر کی۔ آخری عمر میں حیدر آباد دکن چلے گئے تھے۔ وہیں ۱۳۱۶ھ میں وفات ئی۔ مستفاد از تاریخ تھانہ بھون مولانا ناظر حسن و مکتوب جناب مصطفیٰ علی علوی حیدر آباد و رسالہ حضرت علوی حالات و نہ کلام۔ از جناب مصطفیٰ علی علوی ص ۳، (حیدر آباد دکن ۱۳۸۷ھ)

[2] مولانا فتح محمد جلال آبادی تھانوی (باقی اگلے صفحہ پر)

"بشرطیکہ تم مولانا کو ناراض کر کے نہ آؤ، کیونکہ وہ میرے بھی استاد ہیں ان کو ناراض کرنا میں نہیں چاہتا"۔ [1]

مولانا فتح محمد سے اجازت ملنے کے بعد منشی محمد حنیف اپنے بیٹے کو لے کر کانپور پہنچے اور نووارد شاگرد کو استاد کی خدمت میں پیش کیا اور زبانِ حال سے کہا ہو گا ع

فرزند مرا عشق بیاموز دگر ہیچ

مولانا ناظر حسن اس وقت سے حضرت تھانوی کے ترک ملازمت کر کے تھانہ بھون واپس ہونے تک حضرت کی خدمت میں رہے۔ شروع سے آخر تک اکثر درسی کتابیں جامع العلوم میں پڑھیں اور متعدد خود حضرت کے "الف" درس میں حاصل کیں۔ حضرت کی تھانہ بھون واپسی کے بعد حضرت کے حسب مشورہ الہ آباد کا سفر ہوا۔ مدرسہ احیاء العلوم میں داخلہ لیا۔ اور مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی [2] کے تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ قاری صاحب، سے

بقیہ رائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا عبدالرزاق جھنجھانوی، نواب قطب الدین، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور قاری عبدالرحمٰن پانی پتی جیسے نامور علماء سے تعلیم حاصل کی۔ مولف سلیم التواریخ نے مولانا کو حضرت شاہ محمد اسحاق کا شاگرد لکھا ہے (ص ۲۰۷، مولفہ اکبر علی صوفی۔ جالندھر ۱۳۴۷ھ) مگر یہ اطلاع صحیح نہیں۔ مولانا دارالعلوم دیوبند کے اولین طلبہ میں ہیں۔ سب سے پہلے جن تین طلبہ کی دستار بندی ہوئی اس میں مولانا فتح محمد بھی شامل ہیں۔ ریاست کنجپورہ اور گنگوہ وغیرہ میں ملازم رہے۔ آخر میں وطن آ گئے تھے۔ سنہ ۱۳۲۳ھ میں تقریباً ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔ مولانا شیخ محمد تھانوی کی شرح حزب البحر کا اردو ترجمہ مولانا کی قلمی یادگار ہے۔

مولانا فتح محمد اولاً نواب قطب الدین سے بیعت ہوئے۔ نواب صاحب کی وفات کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ سے رجوع کیا۔ اور حضرت کے ممتاز خلفا میں شمار کئے گئے۔

مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ تھانہ بھون۔ مولانا ناظر حسن تھانوی ص ۲۰۷، نزہۃ الخواطر۔ مولانا عبدالحی حسنی ص ۳۵۳ ج ۸ (حیدر آباد ۱۳۹۰ھ) اشرف السوانح ص ۴۶ تا ۴۹ ج ۱ (دہلی ۱۳۵۴ھ)

مولانا فتح محمد، مولانا امیر باز خان سہارنپوری۔ مولانا عبداللہ شاہ جلال آبادی کرنالی۔ مولانا حکیم محمد عمر جھنجھانوی۔ اور مولانا کے معاصر بعض اہل تھانہ بھون کی مراسلت ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے۔

[1] تاریخ تھانہ بھون ص ۲۰۷۔

[2] قاری عبدالرحمٰن مکی ہندوستان نژاد باشندے محمد بشیر کے صاحبزادے اور مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے نامور مجود قاری محمد عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ مدرسہ صولتیہ میں تعلیم حاصل کی، قرأت عشرہ کے فاضل تھے۔ معروف کتب درسیہ ہندوستان آ کر مولانا احمد حسن کانپوری سے اخذ کیں۔ احیاء العلوم الہ آباد میں مدرس مقرر ہوئے اور تمام

فن تجوید اخذ کیا۔ شاطبیہ وغیرہ تجوید کی کتابیں پڑھیں اور قرأت کی مشق کی۔ اکتوبر یا دسمبر ۱۸۹۹ء[۱] میں وطن آئے ہوئے تھے۔ کہ والد نے خاندانی جائیداد اور زمینداری کی نگہداشت مولانا کے سپرد کی۔ اس کے بعد الہ آباد جانے کا موقع نہیں ملا۔ وطن میں مقیم رہے۔ ۱۹۰۴ء میں مظفر نگر جاکر ایک ہم وطن کے ساتھ تجارت میں شریک ہوئے۔ کس قسم کی تجارت تھی اور اس سے کس قدر یافت ہوتی تھی کچھ معلوم نہیں۔ مولانا اس معاملہ کو ختم کرکے ۱۹۰۸ء میں واپس وطن آگئے تھے۔ پھر کہیں باہر نہیں گئے۔ وطن میں قیام رہا اور تھانہ بھون میں موجود خاندانی جائداد کی حفاظت و نگہداشت سے جو کچھ تھوڑی بہت آمدنی ہوتی تھی اسی پر گذر اوقات تھی۔ بعد میں حضرت تھانوی کی طرف سے ماہانہ وظیفہ مقرر ہوگیا تھا۔ جو دو سال تک جاری رہا۔ مگر یہ وظیفہ بھی ضروریات کے لئے کافی نہیں تھا۔ اس لئے آخری ایام سخت پریشانی میں گزرے۔ عدالتی تنازعات، باہمی خاندانی اختلافات اور نامساعد مالی حالات کے باوجود مولانا ناظر حسن بہت صبر و شکر سے اور نہایت مصروف زندگی گذاری۔ اور اسی حال میں ہی وفات پائی۔

مولانا ناظر حسن کی تحریرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تقریباً ۱۳۰۹ھ میں حضرت تھانوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ہمیشہ کے لئے اسی زلف کے اسیر ہو گئے۔ اس وقت سے وفات تک حضرت سے عقیدت و محبت کا رشتہ اور مراسلت و مکاتبت کا سلسلہ استوار رہا۔ مولانا اپنے تمام چھوٹے بڑے معاملات میں حضرت سے مشورہ کرتے اور ہر ضرورت میں رجوع کرتے تھے۔ حضرت نے بھی ہمیشہ مولانا کی سرپرستی و رہنمائی فرمائی۔ اور الطاف بزرگانہ سے نوازا۔ حضرت سے مولانا کی تمام مراسلت تو ہمدست نہیں تاہم مولانا کا ایک خط اور اس کے جواب میں حضرت کا گرامی نامہ محفوظ ہے۔ مولانا کا یہ خط سات صفحات پر مشتمل ہے اس میں بھی

بقیہ زندگی تجوید و قرأت کی خدمت میں بسر کی۔ آخر حیات میں لکھنؤ آگئے تھے۔ ۱۰ جمادی الاول سنہ ۱۳۱۴ھ میں لکھنؤ میں وفات پائی۔ فوائد مکیہ قاری عبدالرحمٰن کی مشہور تالیف ہے۔ قاری صاحب کے حالات پر کوئی مستند ماخذ سامنے نہیں۔ مذکورہ سنہ وفات فیضانِ رحمت جناب امداد صابری ص ۱۰۱ (دہلی ۱۴۰۳ھ) سے ماخوذ ہے۔ مگر میرا خیال کہ بے شمار غلطیوں کی وجہ سے اس کتاب پر اعتماد درست نہیں۔

قاری صاحب کی نسبت حضرت تھانوی نے ایک مجلس میں فرمایا:

"قاری عبدالرحمٰن صاحب منکسر اور متواضع بہت تھے۔ گوہر علی شاہ کے مرید تھے۔ مگر ہم لوگوں سے بہت عقیدت تھی۔"

مجموعہ ملفوظات کلمۃ الحق۔ مرتبہ مولانا عبدالحق فتحپوری ص ۱۵۶ ملفوظ ۱۰۱۳ (مکتبہ تالیفات اشرفیہ۔ تھانہ بھون۔

[۱] تاریخ تھانہ بھون ص ۲۰۸ میں دسمبر اور ضمیمہ تاریخ تھانہ بھون ص ۳۶۱ میں اکتوبر تحریر ہے۔

پریشانیوں کا تذکرہ ہے۔ اور کسی صاحب ثروت اہل تعلق سے سفارش کی درخواست ہے۔ مولانا نے یہ خط ۱۹ دسمبر ۱۹۰۹ء ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ کو بالمشافہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے حسب معمول اسی دن جواب سے نوازا۔ مولانا کے خط کے مندرجات کی تفصیل غیر ضروری ہے، حضرت کا جواب ملاحظہ ہو:۔

"عزیزم سلمہ۔ السلام علیکم۔ میں نے سب پڑھا، بہت دل دکھا، دعائے خیر کرتا ہوں اللہ تعالیٰ پریشانیاں دور فرماوے۔ اول تو مجھ کو سفارش سے طبعاً شرم آتی ہے اور بالخصوص کسی خاص ذاتی کام کے لئے، رفاہ عام یا دین کے لئے تو چنداں انقباض نہیں ہوتا۔

سابق میں مسجد بسر لئے کے متعلق تصدیق لکھ دی تھی۔ اور اگر خاص ذاتیات کے لئے اس کو گوارا کرتا، تو خاص اپنی خصوصی قرابت کے ایسے لوگ متعدد موجود ہیں کہ وہ بارہا درخواست کر چکے ہیں مگر میری ہمت نہ ہوئی۔ اب وہ کیا کہیں گے۔ اور ہمیشہ کے لئے مجھ کو دق کریں گے اس لئے امید ہے کہ صرف دعا پر اکتفا کریں گے۔"

اشرف علی [1]

مولانا کے نام حضرت کے ایک خط کا اقتباس اور پڑھتے چلیے۔ یہ خط مولانا حضرت کا دوسرا اور آخری دستیاب مکتوب ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:۔

"تمہارا اچھا خواب ہے۔ میری سمجھ میں تو اس کی تعبیر یہ آتی ہے کہ مراد اژدھا سے نفس ہے اور کھانا فنا کرنا ہے۔ سو انشاء اللہ تعالیٰ فنا نفس کا مقام میسر ہوگا۔" [2]

مذکورہ اقتباس مولانا کو فنائے نفس کی بشارت دے رہا ہے۔ جو راہ سلوک و تصوف کی دشوار گزار منزل اور عارفین کے لئے منتہائے کمال ہے۔

مولانا ناظر حسن حضرت سے بیعت و استرشاد کا تعلق رکھتے تھے۔ اور ان میں جذب و شوق الی اللہ اور صفائی قلب کے آثار نمایاں تھے۔ مگر اجازت و خلافت سے مشرف نہ ہوئے تھے کہ وفات پا گئے۔ اگرچہ مولانا کو اجازت و خلافت حاصل نہیں تھی۔ مگر حضرت نے اپنا وہ بابرکت عمامہ جو حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1] مولانا کا خط اور حضرت کا گرامی نامہ دونوں ہمارے ذخیرہ میں موجود ہیں۔

[2] مکتوب اشرف کا ایک مفصل اقتباس افاضات اشرفیہ مرتبہ مولانا ناظر حسن کے آخر میں ملحق ہے اس خط میں مذکورہ بالا تعبیر خواب کے علاوہ نماز میں ایک صحابی کے تیر لگنے اور ان کے نماز نہ توڑنے کے واقعہ کی توجیہ فرمائی گئی ہے۔

نے عطا اجازت و خلافت کے موقع پر حضرت کو عنایت فرمایا تھا۔ حضرت نے مولانا ناظر حسن کو عطا فرما کر ان کی عزت افزائی کی[1] اور مولانا ناظر حسن کے قلب میں حضرت کا جو احترام، حضرت کے علوم کی افادیت و نافعیت کا جو یقین، اور ان کی ترتیب و تدوین کا جو بے کراں جذبہ تھا اس کے لئے کسی شہادت کی ضرورت نہیں۔ حضرت کے علوم و معارف پر مولانا کے لکھے ہوئے دفاتر کی سطر سطر اس کی گواہ ہے۔

مولانا ناظر حسن علمی و تعلیمی لحاظ سے کس پائے کے شخص تھے اور الہ آباد سے واپسی کے بعد تعلیمی تدریسی کیا مشاغل رہے کچھ معلوم نہیں۔ مگر مولانا نے کانپور کے زمانہ قیام میں حضرت تھانوی کے افادات و معارف کی ترتیب و تدوین کا جو بے مثال کارنامہ انجام دیا وہ مولانا کے شرف و امتیاز کے لئے کافی ہے۔ کسی اور تعارف وفضیلت کی چنداں ضرورت نہیں۔

مولانا ناظر حسن نے کانپور کے زمانہ قیام میں ۱۳۱۳ھ حضرت تھانوی کے افادات وارشادات کی کتابت و تدوین کا کام شروع کیا۔ اور الہ آباد میں قیام کے زمانہ تک اس میں مصروف رہے۔ مولانا کی الہ آباد سے واپسی کے ساتھ یہ سلسلہ ختم ہوا۔ ۱۳۱۷ھ میں وطن آ گئے۔ اور معاشی مصروفیات میں الجھ گئے۔ پھر اس موضوع پر کام کا موقع نہیں ملا۔ مولانا کے یہ آٹھ نو سال ایسے معروف گزرے جس میں ہماری معلومات کے مطابق کوئی تحریری تصنیف کا کام نہیں ہوا۔ مگر ۱۹۰۸ء ۱۳۲۶ھ میں مظفر نگر سے تھانہ بھون واپسی کے بعد علمی مشاغل پھر تازہ ہوئے اور تحریر و تصنیف کے ایک نئے سلسلہ کی ابتدا ہوئی۔ مگر اس مرتبہ دلچسپی کچھ اور طرح کی تھی۔ موضوع بھی مختلف تھا۔ اور تحریر و مطالعہ کا انداز بھی جداگانہ رہا۔

اس مرتبہ مولانا نے تاریخ تھانہ بھون کے احوال اور نسب ناموں کو تحقیق و مطالعہ کا موضوع قرار دیا اور اس کے لئے مواد کی فراہمی میں لگ گئے۔ کئی سال کی محنت و جستجو کے بعد اس موضوع پر دو کتابیں تاریخ تھانہ بھون اور انساب اہل تھانہ بھون تالیف کیں اور یہ دونوں کتابیں مولانا کی آخری تصنیفات تھیں۔ ابھی تاریخ تھانہ بھون مکمل نہ ہوئی تھی کہ مولانا انتقال فرما گئے۔[2]

مولانا نے افادات حکیم الامت تھانوی کا جو ذخیرہ فراہم کیا تھا۔ افسوس وہ بتمام و کمال محفوظ نہیں رہ سکا۔ کچھ حصے یا مجلدات تو مولانا کی زندگی میں ضائع ہو گئے تھے جو باقی رہے اس میں سے بعض جلدیں تقسیم ملک کے

---

[1] تاریخ تھانہ بھون صہ ۲۴۳ [2] مولانا کے حالات پر مولانا کی تحریرات اور تاریخ تھانہ بھون میں مولانا کے خود نوشت تذکرہ سے ماخوذ ہیں۔ مگر مولانا نے تاریخ تھانہ بھون میں مذکور خود نوشت حالات میں اپنی تصنیفات اور تحریری خدمات کا اشارۃً بھی کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ معلوم نہیں کیا مصلحت تھی؟

بعد مشرقی پاکستان منتقل ہوئیں اور نامساعد حالات میں فروخت کر دی گئیں۔ کچھ کتابیں موجود رہیں جو اس وقت ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہیں۔ یہ دست سرمایہ فل سکیپ سائز کے تین ہزار صفحات اور سات جلدوں پر مشتمل ہے۔

آئندہ سطور میں اولاً معارف تھانوی پر مولانا ناظر حسن کی تحریرات کا تعارف نذر قارئین ہوگا۔ پھر تاریخ بھون الناظر الحسن اور انساب اہل تھانہ بھون پر روشنی ڈالی جائے گی۔ آخر میں حضرت تھانوی کی ایک نادر و نایاب تالیف کا حوال ملاحظہ کیجئے۔ جس کا واحد دستیاب نسخہ مولانا کے قلم سے ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے۔

مفصل تعارف سے پہلے ایک بار سرسری نام شمار کر لیجئے۔

(۱) تفسیر اشرف، یا تاویل التنزیل۔ تقریر درس قرآن، مسجد ٹھنڈی سڑک، کانپور۔

(۲) تحقیقات اشرفیہ یا انوار الناظرین۔ تقریر تفسیر جلالین، جامع العلوم کانپور۔

(۳) کنز اللطائف یا المسلک الذکی علی الجامع الترمذی۔ تقریر درس سنن ترمذی۔

(۴) فوائد موطا امام مالک، تقریر و افادات درس موطا امام مالک، جامع العلوم کانپور۔

(۵) مواعظ حسنہ حضرت کے تین مواعظ کا مجموعہ، جو حضرت کے اولین قلم بند مواعظ ہیں۔

(۶) افاضات اشرفیہ جس میں حضرت کے بعض اہم علمی افادات جمع کئے گئے ہیں۔

(۷) بصر الناظر۔ حضرت تھانوی کے ملفوظات کا اولین مجموعہ۔

(۸) ناظر الباصر۔ حضرت تھانوی کے مکتوبات کا سب سے پہلا مجموعہ۔

(۹) کمالات اشرفیہ؟

(۱۰) الناظر الحسن الی تاریخ تھانہ بھون۔ مضمون نام سے ظاہر ہے۔

(۱۱) مختصر حالات زندگی حافظ منشی عبدالرزاق، یا ضمیمہ الناظر الحسن۔

(۱۲) انساب اہل تھانہ بھون۔

آئندہ صفحات میں اسی ترتیب سے مفصل تعارف ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ تفسیر اشرف۔ حضرت تھانوی کی خدمت میں مولانا ناظر حسن کے علمی سفر کی طویل و عزیز اور نہایت پُر مشقت و گراں پایہ یادگار۔ اور حضرت کے درس قرآن کی تقریر ہے۔ کانپور میں حضرت کا معمول تھا کہ روزانہ فجر کے بعد قرآن شریف کا درس دیتے تھے۔ ۱۳۱۳ھ ۱۳۱۵ اور ۱۳۱۳ھ میں یہ مجلس درس، مسجد ٹھنڈی سڑک کانپور میں منعقد ہوئی۔ مولانا ناظر حسن جو حضرت کے ارشادات و ملفوظات کے دلدادہ و مشتاق، اور اس کو حرف بحرف قلم بند کرنے میں ماہر و مشتاق تھے۔ شروع سے آخر تک اس محفل میں حاضر رہے۔ اور اپنے معمول کے مطابق نہایت ذوق و شوق سے درس کی تمام تقریر کو قلم بند کیا۔ اور اختتام تک پہنچایا۔ اور اس مجموعہ تقاریر کو جو ایک مسلسل

تفسیر ہے۔ تفسیر اشرف بتاویل التنزیل کے نام سے موسوم کیا۔

تفسیر اشرف کا اوائل ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ اپریل ۱۸۹۶ء میں افتتاح ہوا۔ اور غالباً اواخر رجب ۱۳۱۴ھ میں اختتام ہوا ہو گا۔

مسجد ٹھنڈی سڑک میں درس قرآن اس وقت شروع ہوا جب حضرت تھانوی بادۂ توحید میں غرق اور امداد الٰہی نسبت کے فیضان میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس لئے درس کے ابتدائی دنوں میں نسبت توحید کا گہرا اثر صاف نظر آتا ہے۔ ہر آیت سلوک و معرفت کی تعبیرات و تشریحات سے پُر۔ اور وحدۃ الوجود کی راز داں معلوم ہوتی ہے۔ حضرت نے اس انداز میں ڈوب کر تفسیر کی ابتدا کی تھی۔ مگر یہ رنگ دور تک نہیں چلا۔ تفسیر جاری ہی اہل تفسیر کے طریق پر آگئی تھی۔ جس میں اسباب نزول۔ ربط آیات۔ ناسخ و منسوخ۔ اختلاف مذاہب، فقہی نظریات اور عقائد و کلام کے مسائل پر حسب موقع خوب گفتگو ہوئی ہے۔ تصوف و سلوک کے نکات بھی زیر بحث آئے ہیں۔ مگر صاف نہیں نبھا۔ ورنہ تمام تر زور نفس قرآن فہمی پر ہے اور چونکہ مجمع منتخب اور اہل ذوق کا ہوتا ہو گا اس لئے ہر موقع پر بہت تفصیل نہیں مگر بعض مقامات پر خوب مفصل بحثیں ہیں۔ لیکن ہر آیت کے تحت مذکورہ بالا تمام موضوعات پر گفتگو کا اہتمام نہیں۔ جہاں جس عنوان کی ضرورت ہوئی کلام کیا گیا ہے۔

راقم سطور کا خیال ہے کہ اہل درس میں جیسے جیسے قرآن فہمی اور حضرت کے طریقہ درس سے مناسبت بڑھتی گئی۔ حضرت تفصیلی مباحث میں کمی فرماتے گئے۔ سورۂ کہف تک تفصیل و تحقیق کا انداز ہے۔ اس کے بعد ایجاز و اختصار شروع ہو گیا ہے۔ اور صاف محسوس ہوتا ہے کہ مفسر مطالب قرآن کا ضروری حل چاہتا ہے۔ تفسیر پیش نظر نہیں۔ اور جیسے جیسے سفر آگے بڑھ رہا ہے ایجاز و اختصار کی لے تیز ہو رہی ہے۔ بعض مقامات پر صرف آیت کا ترجمہ بیان فرمایا ہے۔ ایک حرف بھی زائد نہیں اور ایک موقع پر تو یہ بھی ارشاد فرما دیا۔

"اس آیت کا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمہ میں دیکھنا چاہئے۔ مجھے اچھی طرح سے یاد نہیں رہا۔" [۱]

چھوٹا منہ بڑی بات ہے مگر بے ساختہ زبانِ قلم پر آ رہی ہے۔ کہ تفسیر اشرف کے بعض مباحث بیان القرآن سے زیادہ مفصل، زیادہ سہل اور عام فہم ہوتے ہیں۔ مگر تفسیر اشرف کے مباحث پوری کتاب میں یکساں نہیں اور ظاہر ہے کہ درسی تقریر میں وہ التزامات ممکن ہی نہیں جو تصنیف کا لازمہ ہیں۔ اس لئے یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ تفسیر اشرف کی بعض تعبیرات و تشریحات کو بیان القرآن پر فوقیت حاصل ہے۔ اور بیان القرآن کا متکلمانہ

---

[۱] تفسیر اشرف: سورہ مومن آیت ۶۱، ۶۲۔ تفسیر جلد سوم ص ۲۰۱

انداز بیان، جامعیت اور توازن تفسیر اشرف کو نصیب نہیں۔ اور یہ کوئی نقص نہیں تالیف و تقریر کا فرق ہے۔ جو اپنے اپنے مواقع کے عین مناسب ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ قرآن شریف کے نصف اول میں سورہ کہف تک خاصی طویل تقریریں ہیں۔ کلامیات، و فقہیات اور سلوک و تصوف کے مباحث کثرت سے ہیں۔ اور اس کے باوصف محرم الحرام ۱۳۱۴ھ تک قرآن شریف نصف ہوگیا تھا۔ ۱۱ محرم الحرام کو سورہ کہف کی بسم اللہ ہوئی۔ اس کے بعد مباحث میں ایجاز و اختصار نمایاں ہے۔ مگر رفتار بہت سست رہی۔ سورہ کہف سے سورہ قصص تک پانچ سپاروں کا سفر ساڑھے چار مہینے میں طے ہوا۔ سورہ قصص کی ابتداء ۲۵ جمادی الاول کو ہوئی ہے۔ سورہ قصص کے بعد رفتار میں ایک بار پھر تیزی آئی۔ ۲۰ جمادی الاول کو بیسویں سی پارے کی شروعات ہوئیں۔ ۳ جمادی الاخری کو سورہ روم کا آغاز ہوا۔
روم کا آغاز ہوا۔ ۶ جمادی الاخری کو سورہ لقمان زیر درس آئی۔ اور ۸ کو سورۂ احزاب پہ کلام فرمایا گیا ہے۔ دستیاب جلد میں آخری اندراج سورہ شوریٰ کے تیسرے رکوع کی تفسیر ہے۔ ام یقولون افتری علی الله کذبا آیت ۲۴ پر آخری جلد اچانک ختم ہوگئی۔ صاف محسوس ہو رہا ہے۔ کہ اس کے باقی صفحات الگ کرلئے گئے ہیں۔ ممکن ہے ترتیب کتاب کے وقت دستیاب آخری جلد، اور گم شدہ آخری حصہ ایک مسلسل کتاب ہو۔ اور بعد میں وہ علیحدہ علیحدہ حصوں میں مجلد کرالیا گیا ہو۔

تفسیر اشرف کی تقریر و تحریر ساتھ ساتھ ہوتی رہی۔ جیسا کہ مندرجہ تاریخوں سے صاف ظاہر ہے۔ مگر بعد میں بھی اصلاح و نظر ثانی کا سلسلہ جاری رہا۔ کچھ عبارات قلمزد کی گئی ہیں۔ بعض مقامات پر حواشی بڑھائے گئے ہیں۔ کہیں کہیں ضمائم ثبت ہیں، جو اگرچہ قلیل ہیں مگر یہ اطلاع دے رہے ہیں کہ تفسیر اشرف کوئی وقتی چیز نہیں تھی۔ بلکہ بعد میں بھی کئی سال تک غور و فکر کا موضوع رہی۔ اور اس میں ایضاح و اصلاح کا کام ہوتا رہا۔ اور یہ تمام توضیحات و اضافات خود حضرت کے ارشادات و تقریرات سے اخذ کئے گئے۔ اور ان کی افادیت و معنویت کی وجہ سے تفسیر کے متعلقہ مقامات پر ٹانک دئیے گئے۔

مکمل درس قرآن پانچ جلدوں میں مرتب ہوا ہوگا۔ جس کی تین جلدیں ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہیں۔ اور تینوں مولانا ناظر حسن کے قلم کی یادگار ہیں۔ جلد اول سورۂ فاتحہ سے سورہ انفال آیت ۱۵ تک۔ دوسری جلد جو انفال سے سورہ بنی اسرائیل تک ہوگی دستیاب نہیں ہوئی۔ تیسری جلد سورۂ کہف سے سورۂ نمل تک۔ چوتھی جلد سورہ قصص سے سورہ شوریٰ تک۔ پانچویں اور آخری جلد جو سورہ شوریٰ سے آخر قرآن تک ہوگی۔ راقم سطور کے علم میں نہیں ہے۔ دستیاب جلدوں میں جلد اول آٹھ سو بتیس صفحات پر، جلد ثانی دو سو چھیاسٹھ صفحات پر اور جلد سوم دو سو پچیس صفحات پر مشتمل ہے۔ دونوں جلدوں میں عموماً ۲۳ سطور ہیں۔ سائز فلسکیپ، قلم رواں مگر صاف ہے۔

لیکن پہلی نظر میں پڑھنے میں تکلف ہوتا ہے۔

۳۔ نور الناظرین یا تحقیقات اشرفیہ: مولانا ناظر حسن نے جامع العلوم کانپور میں حضرت کے درس جلالین کے افادات قلم بند کئے ہیں۔ پیش نظر نسخہ سورۂ بقرہ اور سورہ زمر کی تشریحات پر مشتمل ہے۔ سورہ بقرہ کے بعد سورۂ آل عمران، سورۂ رعد، سورۂ قصص اور سورۂ احزاب کی بھی ایک ایک دو آیات پر گفتگو فرمائی ہے۔ سورۂ زمر کی شرح آیات پر کتاب ختم ہوگئی۔ مولانا ناظر حسن نے حضرت ہی کا مقولہ نقل کیا ہے:۔

" اب عاجز بھی یہی حمد پر ختم کلام کرتا ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم "

اس کے بعد مولانا لکھتے ہیں:۔

" احقر نے ۲۸ رمضان المبارک (؟) کو وقت ۳ کے فرصت پائی۔ الحمد للہ علی ذالک "

مولانا ناظر حسن کی تحریرات یا زیر نظر نسخہ میں ایسی کوئی عبارت نہیں جس سے تقریر جلالین کے ناقص و ناتمام رہنے کی وجہ معلوم ہوسکتی۔ میرا خیال ہے کہ تفسیر جلالین مدرسہ میں حضرت کی زیر درس کتابوں میں شامل نہیں تھی۔ سالانہ تعطیلات میں شاید طلبہ کی استدعا پر حضرت نے جلالین کے ضروری مباحث کی وضاحت منظور فرمائی۔ آخر رمضان تک سورہ زمر تک بات پہنچی۔ رمضان المبارک ختم ہوجانے کی وجہ سے اسی پر خاتمہ کلام فرما دیا۔

اگر حضرت نے جلالین کا باضابطہ درس دیا ہوتا تو صرف چند مقامات پر تقریر کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ تمام ضروری مباحث پر گفتگو ہوتی۔ اور مولانا ناظر حسن پوری تقریر قلم بند کرنے کا حسب معمول پورا اہتمام کرتے اور اگر مکمل تقریر لکھنے کا موقع نہیں تھا تو آخر میں خاتمۃ الکلام کی شمولیت غیر ضروری تھی۔

مولانا ناظر حسن نے تقریرات جلالین کو تحقیقات اشرفیہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مگر جب یہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرا تو حضرت نے نام تبدیل فرما کر " نور الناظرین " کر دیا۔ حضرت نے اس نسخہ کو ملاحظہ فرما کر اصلاح سے نوازا۔ پیش نظر نسخہ میں والذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ) کی تقریر میں ایک لفظ قلم زد کر کے حاشیہ پر تصحیح کی گئی ہے۔ جو بلاشبہ حضرت کے قلم سے ہے۔

میرا خیال ہے حضرت نے پہلی بار کانپور کے زمانہ قیام میں ملاحظہ فرمایا۔ اور تھانہ بھون تشریف لانے کے بعد مولانا نے اس کی نقل حاصل فرمائی۔ اور تھانہ بھون تشریف لانے کے بعد مولانا سے اس کی نقل حاصل فرمائی۔ جو مجلس خیر کے ذخیرہ میں محفوظ رہی۔ حضرت تھانوی نے تنبیہات وصیت میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

" ان مسودات کی فہرست جن پر اب تک مجلس کا کچھ خرچ نہیں ہوا، یا مجلس کو ان کی قیمت ایک مرتبہ وصول ہوگئی ہے۔ جو صاحب ان میں سے کسی کی نقل لے کر چھپوا دیں گے تو اگر وہ کتاب سو صفحہ یا اس سے کم ہوگی تو اس کی بیس جلدیں، اگر سو صفحے سے

زائد ہوگی تو دس جلدیں ان سے لی جاویں گی۔"

مذکورہ عبارت کے تحت جن کتابوں کا ذکر ہے اس میں نور الناظرین بھی شامل ہے، لکھا ہے:۔

"نور الناظرین: تقریرات متعلقہ جلالین تقطیع فلس کیپ حجم ۴، صفحے" [1]

مجلس خیر کا مملوکہ نسخہ کتب خانہ دار العلوم کراچی میں ہے۔ راقم سطور کو اس نسخہ سے استفادہ کا موقع نہیں ملا۔ مگر خیال ہوتا ہے کہ تنبیہات وصیت کی منقولہ بالا عبارت میں ۴ صفحات کا سہو کتابت ہے۔

اور اگر یہ تعداد صحیح ہے تو مولانا ناظر حسن کے نوشتہ نسخے میں موجود خاتمۃ الکلام کیا مطلب ہوگا؟

۳۔ کنز اللطائف یا المسلک الذکی علی جامع الترمذی: حضرت کے درس ترمذی کی تقریر ہے۔ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں قلم بند ہوئی۔ اور مولانا ناظر حسن کے الفاظ میں "بہت ہی جانفشانی اور عرق ریزی سے لکھی گئی۔ اور ۱۳۱۳ھ میں کتابت ہوئی۔ ترمیمہ کتاب مندرجہ الفاظ پر مشتمل ہے۔

"یہ کتاب مورخہ ۸ رجمادی الاخری کو بعونہ تعالیٰ تمام ہوئی۔ راقم نے اس کو بہت ہی جانفشانی اور عرق ریزی سے لکھی۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں۔ یہ ارشاد فرمودہ ہے حضرت مولانا و مرشدنا مولوی محمد اشرف علی صاحب کی۔ میں نے سبقاً سبقاً لکھا ہے۔ مورخہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ، چونکہ تاریخ اختتام کی رہ گئی تھی۔ لہذا اس کو..... لکھی گئی، ابتداً اس تاریخ کو درج کیا بقلم ناظر حسن عفا عنہ"

یہ نسخہ فلس کیپ سائز کے تین سو اڑتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس نسخہ کی پیشانی پر حضرت تھانوی کے قلم سے یہ عبارت تحریر ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اشرف علی عرض کرتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین کچھ ترمیم کے ساتھ مرتب کرائے گئے ہیں جس کا نام المسلک الذکی فی حواشی الترمذی رکھا گیا ہے۔ اور اس کتاب میں کچھ غلط ہو گیا تھا۔ وہ ترمیم سے جاتا رہا پس اصل معتمد اس نقل مذکور مسمی بہ المسلک الذکی کو سمجھنا چاہئے اور اس اصل مسودہ کو اس کا تابع قرار دیا جاوے۔"

فقط۔ بقلم خود ۲۱ رجب ۱۳۳۵ھ

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا کی لکھی ہوئی یہ تقریر جب حضرت کے ملاحظہ سے گذری تو اس تقریر کو بنیاد بنا کر حضرت نے سنن ترمذی کی مفصل شرح لکھنے کا ارادہ فرمایا، اور لکھنا شروع کر دیا۔ مگر چند ہی صفحات لکھے گئے تھے کہ یہ سلسلہ درمیان میں رہ گیا۔ مصروفیات کے سبب تکمیل کا موقع نہیں ملا۔ حضرت نے اصل تقریر اور اپنے حواشی کے مجموعہ کو المسلک الذکی فی حواشی الترمذی کے نام سے موسوم فرمایا، حضرت تحریر فرماتے ہیں:۔

---

[1] ماہنامہ الامداد تھانہ بھون محرم ۱۳۳۷ھ ص ۷

"المسک الذکی ترمذی کے ان حواشی کا نام ہے جس میں میری بعض تقریرات کو بعض طلبہ نے میرے پاس پڑھنے کے وقت اردو میں ضبط کر لیا تھا۔ جو مدت تک بحالت تسوید ان کے پاس رہی پھر مجھ کو خیال ہوا کہ تبییض ہو جاوے تو دوسروں کو بھی نفع ہو۔ میں نے کچھ شروع بھی کیا۔ اور دو تین صفحے لکھے بھی، کچھ عربی میں اور زیادہ فارسی میں، مگر وقت نہ ملنے کے سبب تکمیل سے قاصر رہا۔ اور بعض دوسرے طلبہ سے اس کی تکمیل کرائی۔"[1] ایضاح و تکمیل کی خدمت۔ مولانا احمد حسن سنبھلی[2]

---

[1] ضمیمہ الثواب الجلی من المسک ص ۳ ۔ ۶ ۔ طبع اول (دہلی بلا سنہ)

[2] مولانا احمد حسن سنبھلی ضلع مراد آباد کے باشندے، جید فاضل اور صاحب تحریر شخص تھے۔ حضرت تھانوی سے بیعت ہوئے۔ اجازت و خلافت حاصل کی۔ اور ماہنامہ مشاہرہ پر حضرت کے زیر سایہ مجلس خیر میں تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہو گئے۔ مولانا نے فقہی موضوعات پر حضرت کے فتاویٰ کی وضاحت و نظر ثانی کی۔ بعض رسائل تصنیف کئے۔ اور متعدد تالیفات مولانا کے قلم سے نکلیں۔ مگر عجیب اتفاق ہے کہ مولانا کی لکھی ہوئی اکثر کتابوں پر حضرت کے دوسرے علماء سے نظر ثانی کروانی پڑی۔ کیونکہ مولانا کا قلم غیر محتاط، اور وہ اسلاف پر تنقید میں جری تھے۔ یہ بات حضرت کی ناگواری اور بعد کا سبب تھی۔ مگر حضرت یہ خیال فرماتے رہے کہ رفتہ رفتہ اصلاح ہو جائے گی۔ اس لئے صراحتاً تو کچھ نہیں فرمایا مگر اشارۃً اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرما دیا۔ مولانا کو یہ اظہار بھی ناگوار گذرا۔ اسی دوران مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں نئے مہتمم کا تقرر ہوا۔ مولانا اس عہدہ کے طلب گار تھے۔ مگر ان کو مہتمم بنانا اہل مشورہ کی رائے اور مدرسہ کی مصلحت کے خلاف تھا۔ دوسرے شخص کا مہتمم معین ہونا مولانا کو سخت ناپسند ہوا۔ اور حضرت سے اپنے خیالات کا اظہار بھی کر دیا مگر حضرت نے تحمل فرمایا۔ اور مولانا برابر خانقاہ میں رہتے رہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب خلافت کی تحریک شباب پر تھی اور حضرت تھانوی کمیٹی کے طریقۂ کار سے اختلاف کا برملا اظہار فرما چکے تھے۔ اس لئے تحریک کو کسی ایسے شخص کی تلاش ہوئی جو حضرت کے اثرات کو ختم یا کم کر سکتا۔ سوئے اتفاق کہ نظر انتخاب مولانا سنبھلی پر گئی۔ اور غالباً مولانا نے اس کو منظور بھی کر لیا تھا۔ ملاحظہ ہو مکتوب سنبھلی بنام حضرت تھانوی ۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء (النور رمضان ۱۳۴۱ھ ص ۱۵) اس لئے حضرت نے ان کو خانقاہ اور مدرسہ کی خدمات سے سبکدوش فرما دیا۔ خاصی رد و کد کے بعد مولانا سنبھلی تھانہ بھون سے گئے۔ بعد میں کچھ اور باتیں سامنے آئیں تو حضرت نے مولانا سے بارِ خلافت ہلکا کرنا بھی ضروری سمجھا۔ اور اس کا اعلان فرما دیا۔ تو مولانا برہم ہو گئے۔ اور حضرت کو نازیبا خطوط لکھنے شروع کئے۔ ہر خط گذشتہ خط سے تیز تر ہوتا تھا۔ اور ان میں ایسے ایسے نامناسب الفاظ استعمال کئے جن کا ذکر طبیعت پر بار ہے۔ حضرت نے یہ سب خطوط اور مولانا سے اپنے مراسم کی پوری روئداد "موذی مرید" کے عنوان سے مرتب فرما کر ماہنامہ النور، رمضان ۱۳۴۱ھ

(باقی اگلے صفحہ پر)

کے سپرد ہوئی۔ مولانا نے دلچسپی کے ساتھ اس کو سرانجام کیا۔
مجمل عبارات کی وضاحت کی، نا تمام مباحث پر مناسب اضافات کئے۔

مولانا کا طریقۂ کار یہ ہے کہ مولانا ناظر حسن کی تقریر بلفظہ نقل کریں گے۔ اختتام تقریر پر "انتہی التقریر" کی عبارت درج ہوگی۔ بحرف ا کا اشارہ دے کر حضرت کے افادات نقل ہوں گے۔ اگر زیر نظر عبارت پر حضرت کا کوئی افادہ نہیں ہے۔ تو مولانا سنبھلی اس پر خود طبع آزمائی کریں گے۔ "افادہ الجامع" کے لفظ سے خود نوشت ہونے کی صراحت ہوگی۔ لیکن حضرت سے منسوب افادات تمام کے تمام حضرت کے نوشتہ نہیں ہیں۔ کچھ چیزیں مولانا سنبھلی نے تالیف کے دوران اضافہ کی ہیں۔ مولانا سنبھلی اثنائے تالیف میں حضرت سے رجوع کرتے رہے۔ بعض مرتبہ حضرت کوئی تازہ تحقیق بیان فرماتے تو مولانا اس کو بھی کتاب میں شامل کر لیتے ــــ مولانا ناظر حسن کی لکھی ہوئی تقریر تمام تر اردو میں، اور مولانا سنبھلی کے افادات عربی میں، اور چند توضیحات اردو میں بھی ہیں۔

مولانا سنبھلی نے اپنے کام کو متعین حدود میں پورا کیا، اور ایسے نئے مباحث شروع کرنے سے احتیاط برتی جن کا تقریر میں تذکرہ نہیں۔ مثلاً حضرت نے پورے درس میں کہیں بھی ابواب ترمذی کو موضوع سخن نہیں بنایا۔ تو مولانا سنبھلی بھی ایسے مقامات سے خاموش گزر گئے ہیں۔

"واضح ہو کہ ابواب ترمذی کی شرح نہ احقر نے کی ہے اور نہ حضرت کی ان تحریرات میں ہے اس کے متعلق احیاء السنن دیکھ لیا جائے۔"[۵]

لیکن ترمذی کی جو عبارات۔ غالباً مولانا ناظر حسن کے کسی سبق میں موجود نہ ہونے کی بنا پر ناقص رہ گئی تھیں

میں شائع کرا دیا تھا۔ یہ رسالہ اہل سلوک و معرفت کے لئے عبرت و موعظت کا سرمایہ ہے۔

[۱] احیاء السنن، تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو؛ مقدمہ اعلاء السنن از مولانا محمد تقی عثمانی ص ۲۳ کراچی بلا سنہ) امداد المسائل۔ رجوع فرمائیے۔ مقدمہ امداد الاحکام ص ۴ کراچی ۱۴۰۰ھ) زیر تعارف کتاب المسک الذکی کے علاوہ متعدد تالیفات مولانا کی یادگار ہیں۔ مولانا نے اپنی کتاب تہذیب السالکین (امداد المطابع تھانہ بھون ۱۳۴۷ھ) کے آخر میں اپنی ۲۵ تالیفات کا تعارف کرایا ہے جس میں بیس مطبوعہ ہیں۔ اور بعض کے ایک سے زائد ایڈیشن چھپ چکے تھے۔ خانقاہ امدادیہ سے علیحدہ ہونے کے بعد تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر بعد کی اکثر تالیفات طباعت سے محروم رہیں۔ آخر عمر میں دماغ سے کچھ معذور ہو گئے تھے۔ اسی حال میں وفات پائی۔ اور آخر ۱۳۷۰ھ تک حیات تھے صحیح تاریخ وفات معلوم نہیں۔

[۵] المسک الذکی علی الجامع الترمذی جلد اول ص ۱۳ (مخزونہ دار العلوم کراچی۔)

مولانا سنبھلی نے ان کی پیوند کاری کی۔ اور مولانا ناظر حسن کے خلا کو پُر کرنے میں کامیاب رہے مولانا ناظر حسن کے مسودہ میں باب الاستتار عند الحاجة باب ما جاء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد الحاجة ابعد فی المذھب[۱] کی تقریر موجود نہیں۔ مولانا سنبھلی نے اس موقع پر ضروری تشریحات کا اضافہ کیا اور نوٹ لکھا۔

"واضح ہو کہ یہ مضمون باب الاستتار سے یہاں تک بندہ حقیر احمد حسن نے ضروری سمجھ کر بڑھا دیا ہے۔ حضرت کی تقریر و تحریر میں قلم بند نہ تھا"[۲]

المسک الذکی کا مکمل نسخہ جو دو جلدوں اور ۵۶۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ ذخیرہ مجلس خیر دار العلوم کورنگی کراچی (پاکستان) میں محفوظ ہے[۳] جلد اول ۴۰۸ صفحات پر اور جلد ثانی صرف ۱۵۸ صفحات پر محتوی ہے جلد اول کے سر عنوان حضرت تھانوی کے قلم سے یہ الفاظ تحریر ہیں۔

تو بید بعض القارئین علی و تبییض بعض الکاتبین لدی، الذی یعبر نفسه بالجامع

المسک ذکی کی پہلی جلد ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ میں مکمل ہوئی۔ مولانا سنبھلی کی اطلاع ہے۔

"قد تم تعلیق الجزء الاول من الترمذی بحمد اللہ عزوجل بعد العصر الثالث من ربیع الاخر ۱۳۳۴ھ"

اور جلد ثانی ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ میں اختتام پذیر ہوئی۔ ترقیمہ کتاب ان الفاظ پر مشتمل ہے۔

"الحمد للہ تعالیٰ عزوجل کہ حاشیہ ترمذی آج بتاریخ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ قبل عصر تمام ہو گیا۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم"

سطور بالا میں گزر گیا ہے کہ مولانا ناظر حسن کا مکتوبہ نسخہ جو تین سو اڑتیس صفحات پر مشتمل ہے ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے۔ اس نسخہ کے حواشی پر مولانا سنبھلی کے قلم سے چند عبارات بھی ثبت ہیں۔

تا دم تحریر کنز اللطائف یا المسک الذکی کی ترتیب و تدوین کے بعد ایک سے زائد مرتبہ تنبیہات وصیت میں اس کا تذکرہ آیا[۴] اس کی طباعت کے اخراجات کا تخمینہ بھی شائع ہوا[۵] اور تالیفات اشرفیہ میں بھی اس کی عدم اشاعت کا ذکر آیا ہے لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراہ

---

[۱] جامع ترمذی ص۴ تا ۵ (مجتبائی دہلی ۱۳۲۸ھ)   [۲] المسک الذکی علی الجامع الترمذی ص ۱۲

[۳] راقم سطور اس نسخہ سے استفادہ کے لیے حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی کا نہایت ممنون ہے۔ یہ بے بضاعت جب مارچ ۸۵ء میں کراچی حاضر ہوا تو حضرت مولانا نے اپنی انتہائی مصروفیات کے باوجود اس نسخہ سے استفادہ کی سہولت بہم پہنچائی۔ [۴] تتمہ رابعہ تنبیہات وصیت ص۲ تتمہ ثالثہ ص ۱۷

از مولانا نورالحسن صاحب کاندھلوی

حضرت تھانوی کے علوم و افاضات اور ملفوظات کے سب سے پہلے مرتب

مولانا ناظر حسن تھانوی ؒ

مولانا ناظر حسن نے متعدد مواقع پر اس کی صراحت کی ہے۔ ایک موقع پر لکھتے ہیں:۔

"قاضی قطب الدین و نجابت علی خان خاندان قاضیاں قصبہ تھانہ بھون کے نواسے ہیں، اور ددھیال ان کی مقام کاندھلہ تھی۔ ان کے آباؤ اجداد غلام نبی۔ غلام رسول و محمد اعظم متوطنان کاندھلہ تھے۔ ان کی اولاد قطب الدین خان و نجابت علی خان کا ننھیال کی قضا پانے کو آنا۔ اور تھانہ بھون میں رہنا ہوا تھا۔ اسی واسطے ان کے باپ غلام نبی وغیرہ کا نام شیوخ تھانہ بھون کے شجرۃ الانساب میں کہیں بھی نہیں ملتا۔ اس حقیقت کو ہر کس و ناکس نہیں جانتا۔ لیکن اہل خبر اس سے واقف ہیں" [۱]

ایک اور جگہ تحریر ہے:۔

"قاضی قطب الدین مرحوم یہ ساکن قصبہ کاندھلہ کے ہیں اور یہ شیخ غلام نبی کے خلف اکبر ہیں اور غلام نبی وغیرہ کا شیوخ قصبہ تھانہ بھون کے شجرۃ الانساب میں کہیں بھی پتہ نہیں ملتا" [۲]

یہی وجہ ہے کہ مولانا ناظر حسن نے شجرۃ الانساب میں قاضی قطب الدین اور ان کے اہل خاندان کا ایک علیحدہ سلسلہ میں ذکر کیا ہے۔ فاروقیان تھانہ بھون کے ساتھ شامل نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قاضی نجابت علی ن صدیقیان کاندھلہ سے منسلک تھے۔ اس خاندان کے مفصل نسب نامہ میں قاضی نجابت علی اور ان کے

---

[۱] الذخائر الحسن صہ ۲۹۳ [۲] ایضاً۔ الناظر الحسن صہ ۳۳۹ تاریخ تھانہ بھون میں یہ تذکرہ بعض اور مقامات پر بھی ہے۔ مثلاً ۲۸۹۔ ۴۵۷۔ ۴۶۸ وغیرہ

آباو اجداد کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔[1]

شجرۃ الانساب پر مولانا کی بہت سی تصانیف کا تعارف ختم ہوا۔ آیندہ سطور میں مولانا کی بعض ایسی قلمی باقیات کا تذکرہ آ رہا ہے۔ جو مولانا کی تصانیف و تالیفات میں شامل نہیں۔ حضرت تھانوی کی بعض نادر نسخے ہیں اور تاریخ جلال آباد پر ایک کتاب ہے۔ حضرت کی تالیفات میں بھی دو کتابیں شائع ہیں۔ اور فہرست سے محتاج تعارف نہیں۔ لیکن یہاں ان کا تذکرہ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ زیر تعارف نسخوں کے ذریعے ان کتابوں کے اولین نسخوں کی جانب رہنمائی ہوتی ہے۔

اولاً حضرت تھانوی کی تالیفات انوار الوجود۔ سبع طباق اور مکتوب بنام سرسید کا تعارف درج آخر میں واقعات جلال خانی کا تذکرہ ہوگا۔

۱۔ انوار الوجود۔ وحدت الوجود الٰہیات یا فلسفہ تصوف کا نہایت متنازعہ اور معرکہ آرا عنوان ہے چھٹی صدی ہجری سے آج تک اس پر بحث و کلام کا سلسلہ جاری ہے۔ خصوصاً حضرات مشائخ چشتیہ اس موضوع پر خاص توجہ اور اس کی نئی نئی تعبیرات و تشریحات فرمائی ہیں۔ یہ رسالہ بھی اسی سلسلہ کی ایک ہے۔ اور اس زمانہ کی یادگار ہے۔ جب حضرات اہل چشت کے رفیق طریق حضرت حاجی امداد اللہ کے فیض سے حضرت تھانوی بادۂ توحید میں غرق تھے۔ اور وحدۃ الوجود کا تصور کیفیت و حال بن کر دل و دماغ چھایا ہوا تھا۔ اور یہ حال ہوگیا تھا کہ :- ع

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

انوار الوجود مکہ معظمہ میں تالیف ہوئی۔ مرتب اشرف السوانح کا قول ہے۔

" اسی زمانہ قیام مکہ معظمہ میں تنزلات ستہ[2] کے مسئلہ پر جس کا توحیدی وجود سے خاص تعلق تھا۔ ایک رسالہ بھی حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا۔ جس کا نام انوار الوجود فی اطوار الشہود رکھا تھا"[3]

یہ رسالہ اسی وقت حضرت حاجی صاحب کی نظر سے گزرا۔ حاجی صاحب نے پسندیدگی سے نوازا

---

[1] اس شجرہ کی تفصیلات اور صدیقیان کاندھلہ کے متعلق بعض معلومات کے لئے رجوع فرمایئے۔ راقم کا مقالہ شیخ الحدیث کے اجداد صحیح نسب نامہ اور حالات شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نمبر ماہنامہ الفرقان لکھنؤ اپریل ۱۹۸۲ء

[2] تنزلات ستہ اہل تصوف کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو۔ قرآن تصوف از جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صہ ۱۰۵ (حیدر آباد انڈیا ۱۳۶۴ھ)

جو اس مسرت میں فرمایا:۔

"اس میں تو تم نے بالکل میرے سینے کی شرح کردی"[۱]

مگر انوار الوجود کی کوئی نقل محفوظ نہیں رہی تھی۔ حضرت تھانوی نے اپنی ایسی تصنیفات کی فہرست جو لکھنے کے بعد مسودہ کی حالت میں ضائع ہوگئیں" انوار الوجود اردو کا بھی ذکر فرمایا ہے[۲] مگر الحمدللہ انوار الوجود ضائع نہیں ہوئی۔ اس کی ایک عمدہ نقل مولانا ناظر حسن کی تحریرات میں محفوظ ہے۔ ممکن ہے ۔۔ اور نسخہ حضرت حاجی صاحب کے ذخیرہ کتب (مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ) میں بھی موجود ہو کیونکہ مؤلف ۔۔ اس کی ایک نقل حاجی صاحب کو بھیجی تھی۔ حضرت حاجی صاحب کے ایک خط میں انوار الوجود ملنے کی اطلاع ۔۔ ہے[۳] مولانا ناظر حسن کا لکھا ہوا نسخہ ۳۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور رمضان ۱۳۱۵ھ میں کتابت ہوا۔ مولانا ناظر حسن آخر میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حررہ ناظر حسن تھانوی، وارد حال شہر الہ آباد۔ مدرسہ احیاء العلوم مورخہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ روز سہ شنبہ"

انوار الوجود کی کتابت کے ۵ روز بعد ۲۳ رمضان المبارک کو تتمہ انوار الوجود کی نقل مکمل ہوئی۔ دونوں یک جا ۔۔ ہیں۔

انوار الوجود کے مفقود معدوم ہو جانے کے باوجود حضرت تھانوی نے اس کے متعلق بعض ہدایات تنبیہات ۔۔ وصیت میں درج فرما دی تھیں۔ انوار الوجود کی بازیافت کے موقع پر ان وصایا کی پاسداری نہایت ضروری ہے اس طرح کی تمام تالیفات کی نسبت ایک اصولی ہدایت تو یہ ہے کہ:۔

"میری تحریرات میں جو مضامین از قبیل علوم مکاشفہ ہیں جو کہ علم تصوف کی ایک قسم ہے جس کو حقائق و معارف سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور حجج شرعیہ ان سے ساکت ہیں ان کو حسب قاعدہ اصولیہ و کلامیہ امور ثابتہ بدلائل شرعیہ کے درجہ میں نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ بالکل اعتقاد نہ رکھنا بھی جائز ہے۔ اور اگر اعتقاد رکھے تو محض احتمال کے درجہ سے تجاوز نہ کرے"[۴]

اور انوار الوجود کے متعلق کچھ اور تصریحات کا بعد میں اضافہ فرمایا ہے۔ تحریر ہوا کہ:۔

---

[۱] اشرف السوانح صـ ۱۸۵ جلد اول [۲] مکتوبات امدادیہ معہ صد فوائد اشرفیہ، مرتبہ حضرت تھانوی مکتوب ۱۸ صـ ۲۵ تھانہ بھون ۱۳۹۱ھ [۳] تنبیہات وصیت صـ ۱۵ [۴] اشرف السوانح صـ ۱۸۵ ج ۱۔

" عام لوگوں کو انوار الوجود کے مطالعہ کی ممانعت ہے اور خواص کے لئے وصیت ہے کہ ان
اواردات و انکشافات) کو ذوقیات سے آگے نہ بڑھائیں "[1]

مذکورہ ہدایات زیر تعارف اردو انوار الوجود کے متعلق ہیں۔ انوار الوجود کے نام سے حضرت کی عربی میں بھی ایک تالیف ہے جو حضرت کی حیات میں شائع ہوگئی تھی۔ اور التکشف میں شامل ہے۔ وہ ان ہدایات سے مستثنیٰ۔

۲۔ سبع طباق۔ یہ کتاب اردو میں فن تجوید کا ایک پاکیزہ و خوش قلم نسخہ ہے۔ اس کے سرورق پر یہ الفاظ تحریر ہیں :-

"سبع طباق من تصنیفات حضرت مولانا صاحب"

اس کے علاوہ پوری کتاب میں کوئی ایسی عبارت حاشیہ ضمیمہ حوالہ یا مہر درج نہیں جس سے کتاب، مؤلف کاتب یا سن کتابت و تحریر کا علم ہو سکے۔ مگر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ مخطوطہ حضرت تھانوی کی مشہور کتاب "تنشیط الطبع فی الاجراء السبع" ہے۔ معلوم نہیں اس پر سبع طباق کیوں لکھا ہوا ہے۔ ممکن ہے حضرت نے اولاً اس کا نام سبع طباق رکھا ہو۔ بعد میں تنشیط الطبع ہوا ہو۔ اگرچہ اس پر کوئی ترقیمہ وغیرہ درج نہیں مگر شاید مولانا ناظر حسن کے قلم سے ہے۔ اس پر مولانا کے ملکیتی دستخط ثبت ہیں۔ اور تاریخ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۷ء ۔ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ بھی۔

۳۔ مکتوب شریف حضرت اقدس۔ زیر نظر تحریر سر سید احمد کے نام اس مشہور خط کی نقل ہے جو حضرت حاجی امداد اللہ کے اشارہ اور مشورہ سے حضرت تھانوی نے لکھا تھا۔ اس کی قدیم ترین نقل مولانا ناظر حسن مکتوبہ رسائل میں محفوظ ہے۔ یہ نقل ۱۳۱۵ھ میں مرتب ہوئی۔ مولانا ناظر حسن لکھتے ہیں :-

راقم سطور و عریضہ مذکور (؟) کمترین ناظر حسن تھانوی وارد حال شہر الہ آباد مدرسہ احیاء العلوم مورخہ ۲۲ رمضان ۱۳۱۵ھ ۱۴ فروری ۱۸۹۷ء — یہ خط حضرت تھانوی کی تالیف اصلاح الخیال میں شائع ہوگیا ہے۔ ممکن ہے حضرت نے اس کی نقل مولانا ناظر حسن کے ذخیرہ سے حاصل فرمائی ہو۔ حضرت نے اصلاح الخیال میں تحریر فرمایا ہے :-

ایک شیخ کامل نے ایک خط نصیحت آمیز بعض معزز متبع خیالات جدیدہ کو تحریر فرمایا تھا جس کے بھیجنے کی نوبت نہیں آئی اس کی نقل بعض لوگوں کے پاس محفوظ تھی[2]۔ ۴۔ واقعات جلال خانی یا تاریخ جلال آباد۔ اس کتاب کا تعارف گزشتہ حواشی میں گزر گیا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہ اسی کتاب کا ایک نسخہ ہے جو مولانا ناظر حسن نے شوال ۱۳۳۱ھ ستمبر ۱۹۱۳ء میں نقل کیا ہے یہ نسخہ ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے فی صفحہ ۱۸ - ۲۰ سطور ہیں +

---

[1] تنبیہات وصیت ص ۸ تالیفات اشرفیہ ص ۳۳ [2] اصلاح الخیال طبع اول۔ مولوی محمد یحییٰ۔ گنگوہ

لیکن حضرت تھانوی نے المسک الذکی پر جو حواشی لکھے ۔اور ترمذی کی بعض مشہور و مقبول روایات کی جو شرح فرمائی وہ التواب الحلی کے نام سے شائع ہو گئی ہے ۔مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی متوفی ۷۷ ۱۳ ھ نے حضرت کی حیات میں اس کی کتابت و طباعت کا انصرام کیا اور نادر علمی تحفہ دہلی پرنٹنگ ورکس دہلی سے شائع ہوا ۔سنہ طباعت درج نہیں ۔

التواب الحلی کے آخر میں ضمیمہ التواب الحلی من المسک الذکی ملحق ہے ۔یہ بھی حضرت تھانوی کی تالیف ہے اس ضمیمہ کی تمہیدی سطور قارئین گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں ۔یہاں ایک اقتباس اور ملاحظہ ہو ۔حضرت تحریر فرماتے ہیں :-

" اسی اثنا میں (ترمذی کے) بعض متفرق مقامات کے متعلق کچھ اور حواشی عربی عبارت میں لکھنے کا اتفاق ہوا ۔جو بمنزلہ تتمہ مسک الذکی کے ہے اس تتمہ کا لقب التواب الحلی رکھدیا گیا جس کو آپ نے اوراق بالا میں ملاحظہ فرمایا ہے ۔

مسک ذکی کے چھپنے کا توفی الحال کوئی سامان نہیں ہے ۔اس لئے اس پر ابھی نظر اصلاحی نہیں کی گئی مگر تو اب حلی کے طبع کے وقت یہ خیال آیا کہ جتنا مضمون مسک ذکی کا خود میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ۔بوجہ اس مناسبت کے کہ وہ اس وصف میں التواب الحلی کے ساتھ شریک ہے ۔اس کے اس کو بھی طبع میں تابع بنا دیا جاوے[۲] "

۴ ۔ فوائد موطا امام مالک ۔تقاریر جلالین و ترمذی کی طرح فوائد موطا امام مالک بھی مدرسہ جامع العلوم کانپور کی باقیات الصالحات اور اس عہد کی یادگار ہے ۔جب مولانا ناظر حسن کانپور میں تعلیم پا رہے تھے ۔ لیکن فوائد موطا، تقریر جلالین و ترمذی دونوں سے مختصر ہیں ۔اور مذکورہ دونوں تقریروں سے اس لحاظ سے مختلف بھی ۔ کہ تقریر ترمذی پر حضرت نے مستقل کام کیا ۔اور تقریر جلالین کو حاصل فرما کر مجلس خیر کے ذخیرہ میں محفوظ کرا دیا اور دونوں کا اپنے اپنے موقع سے " تنبیہات وصیت " میں بھی تذکرہ فرمایا ہے ۔مگر فوائد موطا مالک کا نہ تنبیہات وصیت میں ذکر ہے ۔اور نہ ہی تالیفات اشرفیہ کی فہرست میں شامل ہے ۔مگر اس کی یہ گمنامی محل تعجب ہے ۔کیونکہ تقریر موطا اس مجموعہ رسائل میں مجلد ہے ۔جو مجلس خیر کے مصنفین کے مطالعہ و تحویل میں رہا ہے ۔

---

[۱] ماہنامہ الامداد تھانہ بھون ص۱۲ محرم ۱۳۳۷ھ [۲] ضمیمہ التواب الحلی من المسک الذکی ص۶۳ طبع اول دہلی

اور اس پر مولانا احمد حسن سنبھلی کی یہ تحریر ثبت ہے ۔
از احمد حسن بخدمت جناب قاری مولوی ناظر حسن صاحب ۔ السلام علیکم
تیسری جلد بھی فارغ ہوگئی جو ارسال ہے ۔ اس کے آخر میں دو رسالے مطبوعہ آپ ہی
کے ہیں جس وقت حضرت محررہ احقر کو ملاحظہ فرماویں گے ۔ اس وقت دوبارہ طلب
کر لی جاوے گی ۔ اگر شاید کہیں مراجعت کی حاجت ہوئی ۔ ورنہ استعادہ کی حاجت نہ ہو
گی ۔ از مدرسہ امداد العلوم

اور نسخہ فوائد موطا امام مالک پر کم از کم ایک موقع پر مولانا سنبھلی کے قلم کی عبارت موجود ہے اور مولانا سنبھلی نے المسلک الذکی کے آخر میں فوائد موطا امام مالک کے کچھ اقتباسات نقل کئے ہیں اور لکھا ہے :-

" یہ رسالہ اس وقت قبیل عصر ۲۳ رجب ۱۳۳۵ھ بتہذیب مضامین احقر تمام ہوا ۔[1]

تینوں تحریرات شاہد ہیں کہ فوائد موطا امام مالک حضرت کے علم و نظر میں تھی ۔ پھر کیا وجہ ہے جو حضرت کی تالیفات و افادات میں اس کا تذکرہ نہیں آتا ؟

فوائد موطا امام مالک کا پیش نظر نسخہ جو حسب سابق مولانا ناظر حسن کے قلم سے ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے ۔ قلم طرز کتابت کاغذ اور تحریر وہی ہے جو گذشتہ تینوں کتابوں کی ہے ۔ مولانا ناظر حسن رجب ۱۳۱۳ھ میں اس کی کتابت سے فارغ ہوئے ۔ ترقیمہ کتاب میں رقم طراز ہیں :-

" بتاریخ ۱۲ رجب ۱۳۱۳ھ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (کذا) روز سہ شنبہ راقم نے اس کو
تمام کر کے فراغ حاصل کیا ۔ الراقم : ناظر حسن کان اللہ لہ ، کانپور مدرسہ جامع العلوم
واقع جامع مسجد کانپور "

۵ ۔ موعظہ حسنہ : حضرت تھانوی کے مواعظ کی افادیت و تاثیر کے متعلق کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے حضرت نے زمانہ طالب علمی سے وعظ و ارشاد کا سلسلہ شروع فرما دیا تھا ۔ اور ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد ! اسی زمانہ میں اس کے تاثرات و ثمرات بھی ظاہر ہونے شروع ہو گئے تھے ۔ جیسے جیسے وعظ و ارشاد کا سلسلہ وسیع ہوتا رہا ۔ ایمان و اصلاح کی خوشبو بھی عام ہوتی گئی ۔ مواعظ کی مقبولیت و افادیت و تاثیر ان کی ضبط و کتابت کا وسیلہ بنی ۔

---

[1] المسلک الذکی علی جامع الترمذی ، جلد اول ص ۴۶۰ فوائد موطا امام مالک اس نسخہ کے آخری دو صفحات ص ۴۵۹ ، ۴۶۰ پر نقل ہیں ۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے ۱۳۱۹ھ میں مولانا حکیم محمد مصطفیٰ بجنوری ثم میرٹھی نے حضرت کے مواعظ قلم بند کئے[۱] اور اشرف المواعظ حضرت کے دستیاب مواعظ کا اولین مجموعہ ہے[۲]۔ مگر یہ دونوں باتیں صحیح نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا بجنوری کے ترتیب مواعظ سے بہت پہلے مولانا ناظر حسن حضرت کے مواعظ کے ضبط و کتابت کا کام شروع کر چکے تھے۔ لیکن مولانا کی عزلت و گمنامی اور وسائل کے فقدان کی وجہ سے ان مواعظ کے تعارف و اشاعت کا موقع نہیں آیا۔ مگر ان کی اولیت میں کوئی شبہ نہیں۔

مولانا ناظر حسن کے قلم بند کئے ہوئے تین مواعظ کا مجموعہ جس کا مولانا نے موعظۂ حسنہ کے نام سے موسوم کیا ہے، ہمارے سامنے ہے۔ اس مجموعہ میں شامل پہلے دونوں وعظ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ جون ۱۸۹۵ء میں کیرانہ میں منعقد ہوئے۔ تیسرا اور آخری وعظ شوال ۱۳۱۵ھ فروری ۱۸۹۷ء میں الٰہ آباد میں بیان فرمایا، اور اسی وقت لکھا گیا۔ مولانا نے تینوں مواعظ کے ساتھ تاریخ ارشاد و کتابت درج کی ہے آخری وعظ کے آخر میں لکھتے ہیں:۔

"بتاریخ ۲ شوال ۱۳۱۵ھ روز پنجشنبہ، الراقم ناظر حسن تھانوی، وارد حال شہر الٰہ آباد مدرسہ احیاء العلوم، مالک شیخ عبداللہ صاحب ٹھیکیدار ریلوے و مہتمم مولوی مسیح الدین صاحب زاد اللہ شرفنا"

راقم سطور کا خیال ہے کہ یہ مواعظ حضرت کے ملاحظہ اور نظر اصلاحی سے گزرے ہیں کیونکہ بعض عبارات قلم زد ہیں۔ بعض میں اصلاح و ترمیم کی گئی ہے۔ اور ایک موقع پر یہ ہدایت بھی تحریر ہے:۔

"اس کو بخاری میں دیکھا جاوے اور الفاظ ملاتے جاویں"[۳]

بظن غالب یہ الفاظ حضرت کے قلم کی تحریر ہے۔

تینوں مواعظ کا مجموعہ، موعظۂ حسنہ تئیس صفحات پر مشتمل، اور اس مجموعہ رسائل میں محفوظ ہے جس میں نور الناظرین، فوائد موطا امام مالک وغیرہ قلم بند ہیں ــــ حضرت کی اصلاح و نظر ثانی، مولانا سنبھلی کی تصدیق اور عرصہ دراز تک مجلس خیر کے شعبۂ تصنیف و نظر ثانی میں مستعار رہنے کے باوجود مذکورہ بالا تینوں مواعظ کا مرآۃ المواعظ، تالیفات اشرفیہ اور اشرف السوانح میں کوئی تذکرہ نہیں۔ فیا للعجب!

۶- اضافات اشرفیہ۔ فل سکیپ سائز پر بظاہر مختصر سا صرف تین صفحات کا رسالہ ہے۔ مگر نہایت قیمتی

---

۱ اشرف السوانح، خواجہ عزیز الحسن مجذوب ص ۵۶ حصہ اول (دہلی ۱۳۵۴ھ) تالیفات اشرفیہ، مولوی عبدالحق فتحپوری ص ۵۶ (لکھنؤ ۱۳۵۴ھ) ۲ ملاحظہ ہو: تمہید اشرف المواعظ، حصہ اول (راشد کمپنی دیوبند بلا سنہ)
۳ فوائد موطا امام مالک ص ۲۷ (نسخہ مرتب)

افادات سے پُر ہے۔ اس میں برزخ، روح، رویتِ باری تعالیٰ عزاسمہٗ ثبوت حلقہ بندی صوفیا، زیورات کی زکوٰۃ کی تحقیق فرمائی ہے۔ اور اسی رسالہ کے آخر میں مولانا کے نام حضرت کا وہ مکتوب بھی شامل ہے جس کا ابتدائی حصہ سطورِ بالا میں گذر گیا ہے۔ اس خط کے آخری حصہ میں ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز میں تیر لگ جانے، اور ان کے نماز نہ منقطع کرنے کے واقعہ کی توجیہ کی گئی ہے۔

زیر نظر رسالہ پر تاریخ و سن کتابت درج نہیں۔ مگر یہ جس مجموعہ رسائل میں شامل ہے وہ سب زمانہ کانپور کی یادگار ہیں:

۷۔ بصر الناظر۔ حضرت کے ملفوظات کا سب سے پہلا مجموعہ، جو حضرت تھانوی کے زمانہ کانپور میں مرتب ہوا اس پر تاریخ تدوین نہیں۔ بلکہ بعض ملفوظات پر شوال ۱۳۱۳ھ کی تاریخیں لکھی ہوئی ہیں۔ قیاس ہے کہ اسی سال میں یا بہت سے بہت اوائل ۱۳۱۴ھ مرتب ہوا ہوگا۔ مولانا نے اس مجموعہ کا نام "الفوائد البہیہ فی التذکرۃ الاشرفیہ" رکھا تھا۔ حضرت نے ترمیم فرما کر بصر الناظر کر دیا تھا۔ اسی موخر الذکر نام سے تالیفات اشرفیہ اور تنبیہات وصیت میں اس کا تذکرہ آیا ہے۔ مرتب تالیفات اشرفیہ لکھتے ہیں:-

"بصر الناظر، یہ ان ملفوظات شریفہ کا مجموعہ ہے جن کو جناب مولوی ناظر حسن صاحب تھانوی نے قلم بند فرمایا تھا۔"[۱]

مؤلف کا مکتوبہ نسخہ، ۲۴ ملفوظات اور فل سکیپ سائز کے بیس صفحات پر مشتمل ہے۔ راقم سطور کی معلومات کے مطابق اس مجموعہ کا کوئی اور نسخہ دستیاب نہیں۔

۸۔ ناظر الباصر۔ مولانا ناظر حسن کی اولیات کی ایک اور یادگار اور حضرت کے مکتوبات کا پہلا ذخیرہ ہے اس کا کوئی نسخہ راقم سطور کے علم میں نہیں۔ اور مکتوبات کی نوعیت، تعداد اور مکتوب الیہم کے متعلق معلومات کا بھی فقدان ہے۔ ناظر الباصر کے متعلق معلومات کا ذریعہ صرف تالیفات اشرفیہ، اور تنبیہات وصیت کی مبہم اطلاعات ہیں[۲]

۹۔ کمالاتِ اشرفیہ۔ مولانا ناظر حسن نے جامع العلوم کانپور میں حضرت کے افادات وارشادات پر مبنی جو متعدد مجموعے مرتب کئے ان میں سے ایک مجموعہ کا نام کمالات اشرفیہ ہے۔ مولانا نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں ایک موقع پر نقل کیا ہے:-

---

۱۔ تالیفات اشرفیہ صـ۲۴ لکھنؤ ۱۳۵۴ھ نیز ملاحظہ ہو ماہنامہ النور تھانہ بھون صـ۵۰۔ رجب شعبان ۱۳۴۳ھ

۲۔ " " نیز رجوع فرمایئے ماہنامہ الامداد تھانہ بھون صـ۳۵ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

"باقی اس مقام کے متعلق تقریر کمالات اشرفیہ میں مذکور ہوئی۔ وہاں دیکھنا چاہیے۔"[1]

مذکورہ اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کمالات اشرفیہ، تفسیر اشرفیہ کی تدوین ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ سے پہلے مرتب ہو چکی تھی۔ اور شاید علوم قرآنی سے متعلق مباحث پر مشتمل ہو۔

افسوس کہ اس ناقص و نا تمام اطلاع کے علاوہ کمالات اشرفیہ کے متعلق کوئی اور معلومات دستیاب نہیں۔

۱۰۔ الناظر الحسن الی تاریخ تھانہ بھون

تھانہ بھون ایک قدیم بستی ہے بعض روایات کے مطابق اس کی تاریخ ماقبل اسلام تک جاتی ہے[2] اور بقول لالہ نند کشور

"۳۶۹ھ میں محمود غزنوی نے تھانہ بھیم، تھانہ بھون کو فتح کیا۔"[3]

---

[1] تفسیر اشرف ص ۵، جلد اول (نسخہ مؤلف)

[2] تھانہ بھون کی اساس اولیں اور قدیم آبادی کی نسبت یقین سے کچھ کہنا آسان نہیں۔ مختلف اطلاعات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہاں ایک پرانی جھیل تھی۔ اس کے کنارے بھوانی دیوی کا مندر تھا۔ مندر سے تین میل شمال میں موضع میہنا آباد تھا۔ مؤلف واقعات جلال خان نے لکھا ہے:

آبادی کھیڑہ منہار زائد از دو ہزار سال ہے ص ۲ (نسخہ مولوی عبدالرزاق۔ یہاں آج کل جلال آباد واقع ہے۔ یہ دونوں مقامات راجہ بہو کے زیر نگیں تھے۔ مندر یا راجہ کی وجہ سے تانہ بہو، تھانہ بھوا اور تھانہ بھیم کہلایا۔ اکبر کے فرامین میں تانہ بہوا اور تھانہ بھیم دونوں استعمال ملتے ہیں۔ تعجب ہے کہ آئین اکبری میں سرکار سہارنپور کے تحت بہنون اور تھانہ بھیم دونوں کا الگ الگ اندراج ہے۔ آئین اکبری ص ۲۹۰ ج ۲ (سرسید اڈیشن) مولانا ناظر حسن کی تحقیق کے مطابق نواب [illegible] خان نے اپنے بیٹے کے نام پر محمد پور سے موسوم کیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق کے زمانے میں [illegible] الدین ناظم سہارنپور نے محمد پور نام رکھا جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد تک محمد پور عرف تھانہ بھون لکھا جاتا تھا۔

[3] تاریخ سہارنپور، مؤلفہ لالہ نند کشور ص ۳۰ (سہارنپور ۱۸۷۷ء) اس اندراج کی دونوں باتیں غلط ہیں ۳۶۹ھ میں سلطان محمود غزنوی کی عمر بارہ تیرہ سال کی ہو گی اس وقت ہندوستان آنا ثابت نہیں۔ مؤلف تاریخ سہارنپور [illegible] کو نگر کوٹ قلعہ تھانہ بھیم ص ۲۶ تاریخ فرشتہ (نولکشور کانپور ۱۳۰۱ھ) سے اشتباہ ہوا۔ اور قلعہ تھانہ بھیم سے تھانہ بھون مراد لیا۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ قلعہ تھانہ بھیم کی فتح والے سفر میں سلطان نواح دہلی و میرٹھ نہیں آئے۔ اس واقعہ کے [illegible] سال بعد ۴۰۹ھ میں میرٹھ فتح ہوا۔ اس وقت سلطان نے اس نواح میں نزول فرمایا (فرشتہ ص ۲۹) مگر اس وقت تھانہ [illegible] تھانہ بھون میں کوئی قلعہ تھانہ سلطان یہاں آئے۔ مولانا ناظر نے انساب اہل تھانہ (باقی اگلے صفحہ پر)

مگر یہ دونوں روایات قرینِ صحت نہیں۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ دہلی میں اسلامی حکومت کے ابتدائی زمانہ سے مسلمان اطرافِ دہلی میں آباد تھے۔ سلطان شہاب الدین محمد غوری کے عہد میں تھانہ بھون، جھنجانہ، کیرانہ، نانوتہ میں صدیقی فاروقی شیوخ کے وارد و آباد ہونے کی روایات ملتی ہیں۔

تھانہ بھون کے قدیم ترین معلوم بزرگ حضرت شاہ شمس الدین شاہ ولایت کے جدِ بزرگوار یوسف ہیں۔ جو چھٹی صدی ہجری کے آخر میں ہوئے[1] خود شاہ ولایت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی[2] کے خلیفہ بتائے جاتے ہیں[3] شیخ یوسف صدیقی کے بعد فاروقی خاندان کے ایک رکن قاضی محمد نصر اللہ غالباً سلطان شمس الدین التمش کے دور میں تھانہ بھون پہنچے۔ یہی فاروقیان تھانہ بھون کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔ ان کی اولاد میں اور دوسرے خاندانوں میں بھی عرصہ دراز تک علم و فلاح کا سلسلہ جاری رہا اور یکے بعد دیگرے مستند اہلِ علم و ارشاد اور اصحاب کرامات و مناجات پیدا ہوتے رہے۔ ان میں ایسے افراد کی کمی نہیں تھی جو رزم و بزم کے شہسوار، پیکار و یلغار کے دھنی اور عزم و استقامت کے پیکر تھے۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمات انجام دیں وہ محتاجِ تعارف نہیں۔ ان کے علم و اخلاص کی خوشبو آج بھی فضاؤں میں رچی بسی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور ان کے نقشِ پا اہلِ نظر کے لئے سرمایۂ بصیرت اور مینارۂ نور ہیں۔

مگر اضلاع سہارنپور و مظفر نگر کے دوسرے قصبات کی طرح تھانہ بھون کی بھی کوئی ایسی جامع اور مفصل تاریخ موجود نہیں تھی جس میں تھانہ بھون کے ماضی، تاریخی آثار، علماء صوفیا اور دوسرے اہلِ کمال کا تذکرہ ہو۔ مولانا ناظر حسن نے اس کوتاہی اور ضرورت کا احساس کیا۔ اور ۱۹۰۸ء میں مظفر نگر سے وطن واپسی کے بعد تاریخ

بقیہ بھون کے ضمیمہ میں ایک تحریر نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے بعض رفقاء لشکر تسخیر قنوج کے بعد تھانہ بھون آکر آباد ہوئے تھے۔

[1] البیان المتین فی بعض احوال الشیخ شمس الدین میں اس کی کچھ تفصیل درج ہے۔ رسالہ البیان المتین کا ایک قلمی نسخہ (مکتوبہ ۱۳۰۴ھ بدست فیض الحسن قریشی کاندھلوی) حضرت تھانوی کو حاصل ہوا تھا۔ حضرت نے اس کو طبع کرا دیا۔ ملاحظہ ہو ماہنامہ النور تھانہ بھون رجب ۱۳۵۶ھ صـ ۵ تا ۲۷۔ البیان المتین کا دوسرا ایڈیشن مکتبہ اشرفیہ لاہور سے نکلا۔ جو تربیت السالک جلد سوم کے ساتھ ملحق ہے۔ اس کتاب کا مصنف نامعلوم ہے۔ ممکن ہے کسی فارسی کتاب کا ترجمہ ہو۔ مگر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی طرف اس کی نسبت قطعاً غلط ہے۔ [2] حضرت خواجہ نے ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ میں رحلت فرمائی۔ ملاحظہ ہو ترجمہ سیر العارفین جمالی ترجمہ پروفیسر محمد ایوب قادری صـ ۱۴۱ (لاہور ۱۹۷۶ء) نیز رجوع فرمائیے نزہۃ الخواطر مولانا عبدالرحمٰن حسنی ج ۱ صـ ۱۹۸ (حیدر آباد ۱۳۶۶ھ) [3] رسالہ البیان المتین

تھانہ بھون لکھنے کے لیے مسالہ جمع کرنا شروع کیا۔ اور کوئی سال کی کدوکاوش کے بعد تھانہ بھون کے متعلق شاہی فرامین قدیم دستاویزات و اطلاعات کا ذخیرہ فراہم کرنے میں کامیاب ہوئے۔

مولانا ناظر حسن کے معاشی حالات اور گھریلو الجھنوں کی وجہ سے اس مواد کی ترتیب میں شاید دیر لگتی۔ مگر حسن اتفاق کہ اسی زمانہ میں ولی عہد بھوپال نے اپنے خاندانی تعلقات[1] کی وجہ سے جلال آباد ضلع مظفر نگر کی تاریخ مرتب کرنے کا ارادہ کیا اور البرامکہ کے نامور مؤلف مولوی عبدالرزاق کانپوری اس کے سر دفتر مقرر ہوئے۔ مولوی عبدالرزاق کانپوری نے کام شروع کیا تو شاید ان کو اندازہ ہوا کہ جلال آباد کا ماضی تھانہ بھون کے ماضی سے جلال آباد کی تاریخ تھانہ بھون کی تاریخ سے، جلال آباد کے اہل علم و صلاح تھانہ بھون کے ارباب تعلیم و تدریس سے اور جلال آباد کی عوامی زندگی تھانہ بھون کے کوچہ و بازار سے اس طرح وابستہ ہے۔ کہ تھانہ بھون کو نظر انداز کر کے جلال آباد کی تاریخ سے انصاف ممکن نہیں۔ اس خیال نے مولوی عبدالرزاق کو تاریخ تھانہ بھون کی طرف متوجہ کیا اور وہ معلومات و ماخذ کی تلاش میں جلال آباد و تھانہ بھون آئے۔ جلال آباد میں جو ملا سو ملا، تھانہ بھون میں مؤلف البرامکہ کی بڑی کامیابی مولانا ناظر حسن سے ملاقات تھی۔ مولانا نے ہم ذوق مہمان کو اپنا ذخیرہ دکھایا۔ تھانہ بھون کے خانوادوں اور

---

[1] خوانین جلال آباد اور نوابان ریاست بھوپال کے خاندانی مراسم قدیم تھے۔ سلطان دولہا نواب احمد علی خاں خلف باقی محمد خان جلال آبادی (متوفی ۱۲۸۱ھ ۱۰ مارچ ۱۸۶۴ء) کا نواب سلطان جہاں والیہ بھوپال کا ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ یکم فروری ۱۸۷۵ء میں عقد ہوا۔ خاندانی تعلقات اور اس نسبت کی وجہ سے نوابان بھوپال کو تاریخ جلال آباد سے خاص دلچسپی رہی ہے اس شوق کے نتیجے میں متعدد کتابیں لکھی گئیں۔

سب سے پہلے نواب سلطان جہاں کی فرمائش پر مولوی علاء الدین فرخ جلال آبادی نے ۱۲۹۹ھ میں ایک کتاب لکھی دوسری کتاب "واقعات جلال خانی" نواب احمد علی خاں کے حسب ہدایت محمد علی خاں بن روشن خاں جلال آبادی نے ۱۳۰۲ھ میں تالیف کی۔

اس سلسلہ کی تیسری کتاب لکھنے کے لئے مولوی عبدالرزاق کانپوری کا تقرر ہوا۔ جب ۱۵-۱۹۱۴ء میں علامہ سید سلیمان ندوی کی مولوی عبدالرزاق سے ملاقات تو وہ اسی خدمت پر مامور تھے۔

ملاحظہ ہو یادرفتگان علامہ سید سلیمان ندوی ص ۴۰۷ (کراچی ۱۹۵۵ء)

اول الذکر دونوں کتابیں راقم سطور کی نظر سے گذری ہیں۔ تالیف مولوی علاء الدین کا ایک نسخہ اور واقعات جلال خانی کے دو نسخے ایک نقل مولانا ناظر حسن کے قلم سے ہے۔ مکتوبہ ۱۳۴۱ھ دسمبر ۱۹۲۳ء میں مولوی عبدالرزاق نے اپنے لئے نقل کرایا تھا۔ اس پر البرامکہ کے قلم سے نوٹس اور ہدایات تحریر ہیں۔

ایسے افراد سے ملاقاتیں کرائیں جن کے پاس نجی کاغذات تھے۔ مولوی عبدالرزاق مولانا کے مخلصانہ تعاون اور بیش قیمت کاغذات کے مطالعہ سے ممنون و مسرور ہوئے۔ اور مولانا سے وعدہ کیا کہ اگر آپ تاریخ تھانہ بھون مرتب کر دیں تو وہ تاریخ جلال آباد کے ساتھ شایان شان طریقہ پر شائع ہو گی۔ اس غیر متوقع پذیرائی سے مولانا کے افسردہ دلوں تازہ ہو گئے۔ اور نئے عزم و ارادہ کے ساتھ تاریخ کی تدوین میں مصروف ہو گئے۔ مولانا تھانہ بھون میں گھر گھر گئے۔ ہر شریف و دنی سے ملاقات کی۔ معلومات اکٹھی کیں۔ لیکن چھ سات ہزار کاغذ دیکھے ان سے مواد اخذ کیا۔ سن رسیدہ و معمر اشخاص سے ملے۔ عمارات و کتبات کا جائزہ لیا۔ تاریخ تھانہ بھون بھون پر لکھی گئیں کتابوں کا سراغ نکالا۔ ان سے اخذ و استفادہ کیا[لہ]۔ دیگر ماخذ کی تلاش کی۔ اور وسیع مطالعہ و جستجو کی روشنی میں صحیح و غلط کو پرکھ کر ایک نئی تاریخ کی طرح ڈالی جو تھانہ بھون کے حالات پر سب سے وسیع ذخیرہ ہے۔ حضرت تھانوی نے اس کتاب کو

"الناظر الحسن الیٰ تاریخ تھانہ بھون"

کے نام سے موسوم کیا۔ مولانا ناظر حسن کا قول ہے :۔

" وہ ان تاریخی حالات کو قدوۃ السالکین مولائی و مرشدی حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم نے ملاحظہ فرما کر خود بخود نام الناظر الحسن الیٰ تاریخ تھانہ بھون

لہ تاریخ تھانہ بھون پر چار کتابیں مولانا ناظر حسن کی نظر سے گذری ہیں۔

الف۔ تاریخ تھانہ بھون جو ۱۸۵۷ء سے پہلی تصنیف ہے۔ مصنف نامعلوم۔

ب۔ تاریخ تھانہ بھون از مولانا شیخ محمد تھانوی۔ یہ کتاب تاریخ بھون کے موضوع پر اردو کا واحد مطبوعہ مآخذ ہے۔ مؤلف کے نسخہ کو اساس بنا کر جناب ثناء الحق صدیقی نے مرتب کیا ہے۔ اور دو قسطوں میں رسالہ البلاغ کراچی میں چھپا۔

تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اکثر اندرجات درست نہیں مگر مولانا ناظر حسن نے اس کے اغلاط پر مفصل بحث کی ہے۔

ج۔ تاریخ تھانہ بھون تالیف مولوی محمد اسحاق خلف میاں جی رسول بخش تھانوی مؤلفہ ۱۸۹۹ء

د۔ تاریخ منظوم معرکہ ۱۸۵۷ء تالیف شیخ احمد گنگوہی مؤلفہ ۱۲۹۳ھ ۱۸۷۶ء۔ پہلی تینوں کتابیں مولانا ناظر حسن کے سامنے رہی ہیں آخر الذکر مولانا نے دیکھی ہے مگر اس سے استفادہ کا موقع نہیں ملا۔ تاریخ تھانہ بھون میں کوئی حوالہ درج نہیں اس منظومہ کا ایک خطی نسخہ راقم سطور کی نظر سے گزرا ہے مؤلف نے اس کو احوال یادگار قاضی صاحب کے نام سے موسوم کیا ہے یہ منظومہ جنگ آزادی شاملی و تھانہ بھون پر نہایت اہم تالیف ہے۔

تجویز فرمایا ہے۔ جو تبرکاً و تیمناً احقر نے سرورق پہ لکھ دیا ہے"۔

اس کتاب میں تھانہ بھون کی پرانی آبادی، مسلمانوں کی آمد، مختلف فرماں رواؤں کی حکمرانی، شاہجہاں کے عہدِ حکومت میں نواب شکار خاں کے ذریعہ تھانہ بھون کی نئی تعمیر، مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مختلف خاندانوں ل پیشہ و اہلِ حرفہ کی خاص تناسب و ترتیب سے آباد کاری۔ تھانہ بھون کے عمارات و محلات۔ اہلِ تھانہ بھون کے مالی وسائل اور خوشحال کا تذکرہ۔ احمد شاہ ابدالی کی آمد، ضابطہ خاں کی حکمرانی۔ غلام قادر روہیلے کے احوال۔ سکھوں کی یورش۔ ہندوؤں، جاٹوں اور مرہٹوں کے تھانہ بھون پہ حملے، اطراف کے بعض زمینداروں ے دھاوے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی تفصیلات۔ اہلِ تھانہ بھون کی جاں بازی و سرفروشی کا تذکرہ اور تھانہ ھون کی بربادی و ویرانی کی دیدہ و شنیدہ حکایت قلم بند کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ تھانہ بھون کے مختلف خاندانوں کا تعارف۔ تھانہ بھون میں ورود، تھانہ بھون کے علماء، ملحا، حفاظ، اطباء، شعراء، مشائخ طریقت، صوفیاء و فقراء، اہلِ جذب و سلوک، سرکاری عہدہ داراں، سب ہی کا کرہ ہے۔ کتاب کی وسعت و ثروت کا اس سے اندازہ کیجئے کہ اس میں ۸۶ علماء، ۳۰ مشائخ طریقت، ۱۶۰ اطباء، ‌ قاضی صاحبان، بچپن شعراء اور ۲۵ سرکاری منصب داران کا احوال مذکور ہے۔ الناظر الحسن کی اس وسعت جامعیت کا تذکرہ کرتے ہوئے حافظ احسان الحق احسان تھانوی نغمہ سرا ہیں:۔

مرحبا اے بلبلِ باغِ سخن — مولوی و قاری ناظر حسن
گو ہوئے پہلے بھی شعرائے بلیغ — صاحبِ تصنیف اور اہلِ سخن
کی نہ لیکن وقف اپنی زندگی — بہرِ ضبطِ حال و تاریخِ وطن
کس قدر خاکِ وطن سے اٹھ چکے — اپنے اپنے فن میں کامل اہلِ فن
حضرت ادریس و فاروقی کو بھی — ولولہ تھا یہ دلوں میں جوش زن
منضبط حالات بھی کچھ کر لئے — رک گئے پھر دیکھ کر منزل کٹھن
آخرش کی پیش قدمی آپ نے — لے گئے میدان سے گوئے سخن
جملہ حالاتِ گزشتہ مل گئے — ہے یہ امداد خدائے ذوالمنن
خوب لکھی حالتِ عہدِ قدیم — خوب دکھلایا ہے موجودہ چلن
تسمیہ کی وجہ بھی سچی لکھی — سب پتہ چلتا ہے جس سے من وعن
نامہائے صوفیائے ما سبق — اسمہائے نیک علمائے کہن
رشکِ افلاطون اطبائے سلف — عہدِ دیرینہ کے لائق اہلِ فن

واقعاتِ فتنۂ ایام غدر — اور اس ہنگامہ کا حالِ وطن
فاضلانہ رنگ میں دکھلا دیا — زندہ باد اے حافظ ناظر حسن
یہ شرف اس ذاتِ سامی سے ملا — سنگریزہ جس سے ہو دُرِّ عدن
سالکِ راہِ شریعت یا الیقیں — عارفِ حق دین کی روح اور تن
جانشینِ کاملانِ سابقین — یادگارِ کُمّل تھانہ بھون
یعنی حضرت مولوی اشرف علی — افتخارِ عالم و فخرِ زمن
آپ کے فیضِ قدم سے ہو گیا — وادیِ گلزار رشکِ صد چمن[1]

حضرت تھانوی کو مولانا ناظر حسن کی تاریخ تھانہ بھون سے دلچسپی اور ذوق و جستجو کا حال پہلے سے معلوم تھا۔ یا مولوی عبدالرزاق البرامکہ کے آنے کے بعد ہوا۔ بہرصورت حضرت نے مولانا کی تاریخ تھانہ بھون سے دلچسپی اور اس موضوع پر تالیف کے جذبہ کی تحسین کی۔ اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا اور مولانا کے ساتھ پورا پورا تعاون فرمایا۔ اپنی معلومات سے مستفید کیا۔[2] دور دست مقامات جے پور، بھوپال وغیرہ میں مقیم اہل تھانہ بھون سے ان کے کاغذات طلب فرما لیے۔ اور مولانا کو ان سے استفادہ کا موقع دیا۔ ایسے لوگوں کو خطوط لکھے۔ جو خاندانی اختلافات یا عہدہ و منصب کی وجہ سے مولانا سے مراسلت و مکاتبت پسند نہ کرتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ ہوا کہ حضرت نے مولانا کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ اس رقم کی صحیح مقدار معلوم نہیں مگر جس قدر بھی ہو نامساعد معاشی حالات میں بڑا سہارا اور نعمت غیر مترقبہ ہوگی۔ یہ وظیفہ تقریباً دو سال ...

---

[1] الناظر الحسن الی تاریخ تھانہ بھون صہ ۵۵۱ تا ۵۵۳

[2] یادش بخیر! تھانہ بھون اور اہل تھانہ بھون حضرت تھانوی کے لئے بھی مطالعہ و تحقیق کا موضوع رہے ہیں۔ حضرت نے تاریخ تھانہ بھون پر فارسی میں ایک کتاب تحریر فرمائی۔ اور علماء و مشائخ تھانہ بھون کا تذکرہ لکھا۔ مگر یہ دونوں کتابیں حضرت کی حیات میں گمنام و بے نشان ہو گئی تھیں۔ حضرت اپنی ان کتابوں کے ذیل میں "جو لکھنے کے بعد مسودہ کی حالت میں ضائع ہو گئیں" تحریر فرماتے ہیں:-

"تاریخ تھانہ بھون بعبارت فارسی، اس کی تبییض بھی ہو چکی تھی۔ خزینۂ با برکت یعنی تذکرہ علماء و مشائخ تھانہ بھون (مولفہ ۱۲۹۷ھ) یہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی نظر انور سے گزر چکی تھی"

تنبیہات وصیت صہ ۱۲ (میرٹھ ۱۳۳۰ھ)

جاری رہا[1]۔ اور اتنی ہی مدت میں تاریخ تھانہ بھون مکمل ہوئی۔ تمام تقریظ نگاروں نے حضرت کی سرپرستی اور رہنمائی کا نہایت ممنونیت و انبساط کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ حافظ احسان الحق تھانوی کے خیالات او پر گزر ے۔ دوسرے شعراء کے افکار ملاحظہ ہوں :۔

وہ چہ آوردی شمیم جانفزا — حبذا اے نکہت باغ وطن
فرحت تازہ رسید اندر دلم — انبساطے یافت جسم و جان من
حبذا تاریخ چوں انجام یافت — شد پسند حضرت فخر زمن
واقف فرع و اصول معرفت — کاشف سر کتاب ذی المنن
ہادی دین متین شاہ دین — شرح فرمائے احادیث و سنن
مسند آرائے سریر معرفت — جلوہ بخش قصبۂ تھانہ بھون
مرشد پیر و جواں اشرف علی — دستگیر بیکساں ماوائے من
بر سر منزل رسیدی مرحبا — چوں کمر بستی بایں کار حسن
شاد مولانا ازیں تاریخ شد — شاد باش اے مولوی ناظر حسن
از تو آمد ایں چنیں کار بزرگ — شد مدون از تو تاریخ وطن
نام نیک رفتگاں کردی تو یاد — بر تو پاشم مشک تاتار و ختن
گشت طشت از بام علم و فضل شاں — زندہ شد نام بزرگان وطن
صد ہزاراں آفریں بر جان تو — ایں چنیں تحقیق و ایں گونہ سخن
سعی تو مشکور گرداند خدائے — صانک اللہ عن بلیات الزمن

گفت ہاتف بہر تاریخ رشید
آں چہ ذکر دلکش تھانہ بھون [2]

ایک اور تقریظ کے چند اشعار نذر قارئین ہیں۔

زہے تاریخ اسلاف زمانہ — پسند طبع نقادان [illegible] شد
پئے دیدار آں یوسف جمالے — زلیخا او بیا زار سخن شد

---

[1] حضرت نے تنبیہات وصیت کے بعض ضمائم میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے راقم سطور کی نظر سے گزرا ہے۔ حوالہ اس ت سامنے نہیں [2] الناظر الحسن الی تاریخ تھانہ بھون عد ۱۵۵

بحسن دل ربا بہر ہفت بودہ بکام دوستان انجمن شد
مسمی گشت با اسم مولف عجب کارے کہ از ناظر حسن شد
بفرمودہ جناب اشرف دیں خوشا مجموع احوال وطن شد
ببیں تقدیر قصبہ را کہ امروز بفرقش ایں ہما سایہ فگن شد
جو فکرم کار کردہ بہر سالش حصول مدعائے جامن شد (کذا)
سن تالیف را تاریخ گفتم پسند خاطر اہل وطن شد
۱۳۳۱ھ

بگو احسن برائے اختتامش
کہ آساں مخزن تھانہ بھون شد[1]
۱۳۳۳ھ

اہل تھانہ بھون نے الناظر الحسن الی تاریخ تھانہ بھون کا بہت مسرت کے ساتھ استقبال کیا۔ تاریخی مادے نکالے۔ قطعات تاریخ کہے۔ اور خوبصورت تقریظات سے نوازا۔ اور خود حضرت تھانوی کی نگاہ میں بھی اس کی بہت وقعت تھی۔ حضرت شیوخ تھانہ بھون کے خاندان ونسب اور قدیم معلومات کے سلسلہ میں مولانا کی تحقیقات پر اعتماد کرتے، اور اپنی تحریرات میں ان سے استناد فرماتے رہتے تھے[2] بلاشبہ یہ مولانا کی محنت واخلاص کا کمال ہے۔ کہ انہوں نے اپنے اہل خاندان، اہل وطن اور ایسے لوگوں سے اپنے کام کی داد وصول کی جو ارباب علم وفضل اور مطالعہ وتحقیق کے رمز آشنا تھے۔

الناظر الحسن الی تاریخ تھانہ بھون اواخر جولائی ۱۹۱۳ء شعبان ۱۳۳۱ھ میں شروع ہوئی۔ اور دو سال کی محنت وکاوش کے بعد ۲۲ رجون ۱۹۱۵ء شعبان ۱۳۳۳ھ میں اختتام کو پہنچی، ضمائم وغیرہ سب ملا کر فل سکیپ سائز کے چھ سو اسی صفحات پر مشتمل ہے۔ عموماً فی صفحہ سولہ سطور ہیں۔ تحریر بہت کشادہ اور جلی ہے۔ پیش نظر نسخہ ان متفرق مضامین کا مجموعہ ہے۔ جو مولانا ناظر حسن بھوپال بھیجتے رہے افسوس کہ اس مجموعہ میں نادر دستاویزات وفرامین اور تھانہ بھون کے بعض قدیم آثار کی وہ تصاویر

---

[1] الناظر الحسن الی تاریخ تھانہ بھون ص ۵۵۰ [2] حضرت ایک موقع پر تحریر فرماتے ہیں:-
شیخ آدم یعنی عتیق اللہ کے دادا کا بعہد ابوالمظفر نور الدین جہانگیر بادشاہ خطیب ہونا عزیزم مولوی ناظر حسن نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے جو ابھی قلمی ہے۔ تتمہ ثالثہ تنبیہات وصیت ص ۹۔ یہی عبارت تنبیہات وصیت کے جامع التتمات میں بھی ہے ص۱۱ (کانپور ۱۳۴۳ھ) ایک اور حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ تتمہ رابعہ۔ ماہنامہ الامداد تھانہ بھون ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ ص ۳۶، ۳۷۔ اس کے علاوہ بھی متعدد مقامات پر تاریخ تھانہ بھون کا حوالہ موجود ہے۔

شامل نہیں جو مولانا نے مولوی عبدالرزاق کو ارسال کی تھیں معلوم نہیں وہ تصویریں کہیں محفوظ ہیں یا ضائع ہوگئیں؟
۱۰..... مختصر حالات زندگی حافظ منشی محمد... مرحوم رئیس قصبہ تھانہ بھون۔ ملقب بہ تتمہ الناظر الحسن الی تاریخ تھانہ بھون۔ یہ ضمیمہ تاریخ تھانہ بھون سے الگ بھی ہے اور مختلف بھی۔ اس میں مولانا نے بعض اہل خاندان کے گفتنی و ناگفتنی حالات درج کئے ہیں۔ بڑی عجیب دلدوز اور عبرت انگیز کہانی ہے۔ اور اس کا انجام بھی ایسے عام واقعات سے کچھ مختلف نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس تحریر کو تصنیفات میں شمار کرنا کچھ موزوں نہیں۔ شاید اسی وجہ سے مولانا نے اس کو الناظر الحسن سے بالکل الگ رکھا ہے۔

فل سکیپ سائز کے چوراسی صفحات پر مشتمل یہ تحریر جنوری ۱۹۱۵ء۔ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ میں مرتب ہوئی۔ اور چند دن کے بعد فروری میں حضرت تھانوی کے ملاحظہ سے گزری۔ مولانا ناظر حسن نے لکھا ہے

"آج ۴ فروری ۱۹۱۵ء حضرت مولانا صاحب کے ملاحظہ اقدس سے واپس آئے۔ حضرت نے اس ناچیز تحریر کو پسند فرمایا ہے"

۱۱۔ شجرۃ الانساب تھانہ بھون۔ الناظر الحسن میں تھانہ بھون کے مختلف خاندانوں کا تذکرہ ہے۔ اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تھانہ بھون میں کون کونسا خاندان کس وقت سے آباد ہے اور اس کی کیا علمی معاشی و دینی اہمیت رہی ہے۔ مذکورہ تعارف کے بعد ضروری تھا کہ مختلف خاندانوں کی ذیلی شاخوں اور ان کے باہمی تعلقات کی نوعیت بھی سامنے ہو۔ اس لئے مولانا ناظر حسن نے اہل تھانہ بھون کے مفصل شجرے مرتب کئے۔ زیر تعارف کتاب میں تھانہ بھون کے شیوخ۔ سادات کرام اور خصوصاً فاروقی خاندان کی ذیلی شاخوں کا مفصل تذکرہ ہے۔ اور بیرون تھانہ بھون کے کچھ ایسے خاندانوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جن سے شیوخ تھانہ بھون کے شادی بیاہ کے تعلقات ہیں۔

شجرۃ الانساب اور الناظر الحسن سے بعض [illegible] انکشافات ہوتے ہیں جن میں راقم سطور کے لئے سب سے زیادہ اہم اور پُرمسرت اطلاع یہ ہے کہ قاضی نجابت علی خاں اور ان کے اہل خاندان[۵] کاندھلہ کے رہنے والے قدیم باشندے ہیں۔ قاضی محمد منعم فاروقی تھانوی جو تھانہ بھون کے سرکاری قاضی تھے، لاولد رہے۔ انہوں نے اپنے بھانجے نجابت علی خاں کو اپنا وارث اور جانشین نامزد کیا۔ اس لئے قاضی نجابت علی کاندھلہ سے تھانہ بھون منتقل ہوئے۔ اور قاضی محمد منعم کی وفات کے بعد تھانہ بھون کے قاضی مقرر ہوئے اس وقت سے ۱۸۵۷ء تک تھانہ بھون کی قضیات قاضی نجابت علی کے خاندان میں رہی اور یہ خاندان فاروقی اور تھانوی سمجھا گیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے +

---

۵ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں معرکہ جہاد و شاملی کے سرخیل پیشوا قاضی عنایت علی اور قتیل بے گناہ قاضی عبدالرحیم اسی خانوادہ کے گل سرسبد تھے۔